تنظیم اسلامی کا ترجمان

18

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

24 تا 30 شوال المکرم 1441ھ / 16 تا 22 جون 2020ء

ایک مہلک خیال

اقامتِ دین اور قیامِ نظامِ عدل کی جدوجہد کو دنیا کی کسی دوسری سیاسی، معاشی یا معاشرتی تحریک پر قیاس کرنا نہایت غلط اور اس کا عملی نقشہ کسی دوسری تحریک سے اخذ کرنا سخت مضر ہی نہیں انتہائی مہلک ہے۔ جس طرح ایک فرد میں اسلام کی مطلوبہ تبدیلی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے قرآن کو اس کے دل و دماغ میں اتارا جائے، تاکہ اس کا ذہن و فکر اور جذبات و احساسات سب قرآن کے تابع ہو جائیں، نتیجتاً اس کا عمل از خود قرآن کے تابع ہو جائے گا، اسی طرح کسی ہیئتِ اجتماعی میں بھی اسلامی انقلاب صرف اس طرح برپا کیا جا سکتا ہے کہ پہلے اس کے ذہین اور سوچنے اور سمجھنے والے طبقات کے قلوب و اذہان نورِ قرآن سے منور ہوں اور ان کے 'فکر و نظر' میں قرآنی انقلاب برپا ہو جائے۔ کسی ہیئتِ اجتماعیہ کے اصحابِ علم و فکر کے طبقے میں ایمان اور یقین کا ایک مضبوط مرکز (Nucleus) قائم ہو جائے تو پھر اس سے نورِ ایمان اور بصیرتِ دینی ان دوسرے طبقات میں لازماً سرایت کریں گے جو جسدِ اجتماعی میں اعضاء و جوارح کی حیثیت رکھتے ہیں اور رفتہ رفتہ پوری اجتماعیت نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھے گی اور پورے کا پورا دین اپنے مکمل نظامِ عدلِ اجتماعی سمیت عملاً قائم ہو سکے گا--- اس ایک راہ کے سوا اقامتِ دین کی کوئی اور راہ موجود نہیں اور یہ خیال تو بالکل ہی خام اور اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ (العنکبوت: 41) کا کامل مصداق ہے کہ کسی مسلمان قوم کے اسلام کے ساتھ ایک موروثی مذہب کی حیثیت سے جذباتی لگاؤ اور تعلق کو مشتعل (exploit) کر کے ایک سیاسی تحریک برپا کر دینے سے قرآن کا نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ہر چہ دانا کند، کند ناداں لیک......

غزوۂ احد اور موجودہ حالات......

......حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مزار کی بے حرمتی

امریکا مکافاتِ عمل کی زد میں

غصب و خیانت

کرونا وائرس، عالمی معیشت اور......

الھدیٰ (891)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

پیغمبر کی دعا اور قوم کی ہلاکت

سورۃ المؤمنون | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 39 تا 44

قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيۡلٍ لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ
بِالۡحَـقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً‌ ۚ فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۴۲﴾
مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا‌ ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً
رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ‌ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾

آیت:۳۹ ﴿قَالَ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا كَذَّبُوۡنِ ﴿۳۹﴾﴾ ''اُس (رسولؑ) نے کہا: پروردگار! تو میری مدد فرما اس تکذیب کے مقابلے میں جو انہوں نے میری کی ہے۔''

آیت:۴۰ ﴿قَالَ عَمَّا قَلِيۡلٍ لَّيُصۡبِحُنَّ نٰدِمِيۡنَ ﴿۴۰﴾﴾ ''اللہ نے فرمایا کہ کچھ ہی دیر میں یہ لازماً ہو جائیں گے پچھتانے والے۔''

آیت:۴۱ ﴿فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ بِالۡحَـقِّ فَجَعَلۡنٰهُمۡ غُثَآءً‌ ۚ﴾ ''اور ان کو آ پکڑا ایک چنگھاڑ نے حق کے ساتھ' تو ہم نے بنا دیا انہیں کوڑا کرکٹ۔''

جیسے کھیت سے فصل کٹ جانے کے بعد پیچھے بھوسہ اور خس وخاشاک پڑے رہ جاتے ہیں اسی طرح انہیں جھاڑ جھنکاڑ اور کوڑے کرکٹ میں تبدیل کر دیا گیا۔

﴿فَبُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۴۱﴾﴾ ''تو پھٹکار ہے اُن ظالموں کی قوم پر۔''

آیت:۴۲ ﴿ثُمَّ اَنۡشَاۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ ﴿۴۲﴾﴾ ''پھر اُن کے بعد ہم نے اور بہت سی قومیں پیدا کیں۔''

آیت:۴۳ ﴿مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ''کوئی قوم بھی نہ اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکی اور نہ ہی اسے مؤخر کر سکی۔''

آیت:۴۴ ﴿ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا‌ ؕ﴾ ''پھر بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کو پے در پے۔''

﴿كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا﴾ ''جب بھی کسی قوم کے پاس آیا اُس کا رسول تو انہوں نے اسے جھٹلایا' تو ہم نے بھی ایک کے پیچھے دوسری کو لگا دیا''

ان کی تکذیب کے جواب میں ہم بھی ان قوموں کو یکے بعد دیگرے ہلاک کرتے چلے گئے۔

﴿وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ‌ ۚ﴾ ''اور ہم نے بنا دیا ان کو قصے کہانیاں۔''

ان قوموں کے نام اب دنیا میں کہانیوں اور داستانوں کی حد تک باقی رہ گئے ہیں کہ قومِ مدین فلاں علاقے میں بستی تھی' عامورہ اور سدوم کے شہر فلاں جگہ پر واقع تھے' وغیرہ وغیرہ۔

﴿فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ ''تو پھٹکار ہے اُس قوم پر کہ جو ایمان نہیں لاتی۔''

فرمان نبویؐ

بے مقصد کام کو ترک کرو

عَنۡ اَبِی هُرَيۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: ((مِنۡ حُسۡنِ اِسۡلَامِ الۡمَرۡءِ تَرۡكُهٗ مَالَا يَعۡنِيۡهِ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے مقصد بات اور کام کو ترک کر دے۔''

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے اوقات اور اپنی صلاحیتوں کو بے مقصد کاموں میں ضائع نہ کرو بلکہ صرف وہ کام کرو جس سے آپ اپنی اور دوسروں کی دنیا اور آخرت سنوار سکیں۔ خاص طور پر بے معنی اور بے مقصد گفتگو سے صرف اپنا اور دوسروں کا وقت ہی نہیں ضائع ہوتا بلکہ شیطان اور اُس کے چیلوں کو برائی پھیلانے کا موقع میسر آ جاتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے جان و مال کو فضول کاموں میں خرچ نہ کریں۔ ورنہ آخرت میں جواب طلبی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 تا 30 شوال 1441ھ جلد 29
16 تا 22 جون 2020ء شمارہ 18

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-79
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ---600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ----------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر چہ دانا کند، کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار

حکمرانوں کا تدبر، اُن کی دانش اور فراست کس طرح قومی مسائل کا حل ڈھونڈ لیتی ہے کہ ملک وقوم کے وقار اور اُس کی ساکھ پر بھی حرف نہ آئے اور امن وامان بھی قائم ہو جائے، چاہے حکمران کی اپنی ذاتی رائے مختلف ہی کیوں نہ ہو؟ فہم وفراست سے عاری حکمرانوں کو بھی کرنا وہی کچھ پڑتا ہے جو دانا کرتے ہیں لیکن ذلت اُٹھانے اور جوتے کھانے کے بعد اور ملک وقوم کے امیج کو تباہ کرنے کے بعد۔ فارسی کا محاورہ ہے کہ ''ہر چہ دانا کند، کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار''۔

1957ء میں امریکی ریاست ارکنساس کے گورنر اورول فالبس نے ایک نسل پرست ہجوم کی حمایت کرتے ہوئے نو (9) سیاہ فام طلبہ کا سفید فام بچوں کے Little Rock Central High School میں داخلہ روک دیا تھا۔ فالبس نے بچوں کا داخلہ روکنے کے لیے ارکنساس نیشنل گارڈز کا استعمال کیا تھا۔ اس پر امریکہ بھر میں طوفان اُٹھ گیا۔ جگ ہنسائی ہوئی۔ سوویت یونین کے سرکاری اخبار پراودا نے شہ سرخی لگا دی ''بچوں کے خلاف فوج کی پیش قدمی'' عالمی سطح پر یہ صورتِ حال دیکھ کر اور امریکی امیج کو نقصان پہنچنے کے خطرے کو بھانپتے ہوئے صدر آئزن ہاور تذبذب اور کنفیوژن سے باہر آئے اور ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا۔ اُنہوں نے 101st Airborne Division کے ایک ہزار فوجیوں کو لٹل راک جانے کا حکم دیا۔ جنہوں نے وہاں پہنچ کر سکول کا محاصرہ کر لیا اور اپنی نگرانی میں سیاہ فام بچوں کو سکول کی عمارت میں پہنچایا۔ صدر آئزن ہاور نے اپنے فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا: ''اِس طرح دنیا میں امریکہ کا ایک ناقابل تقسیم قوم کا امیج بحال ہو گا جہاں سب کے لیے آزادی اور انصاف موجود ہے۔''

1963ء میں صدر کینیڈی کے دور میں بھی ریاست الاباما کے شہر برمنگھم میں پولیس تشدد کے خلاف مظاہرے ہوئے جس سے ایک مرتبہ پھر امریکہ میں نسلی تفاوت کی طرف عالمی توجہ مبذول ہوئی، لیکن امریکہ نے اپنا امیج محفوظ کرنے کے لیے 1964ء Civil Right Act پاس کیا۔ ایک بار پھر حکمران کی دانش اور فراست نے جذبات کو مات دی اور امریکی امیج پر حرف نہ آیا۔ بعد کے حالات اور واقعات ثابت کرتے ہیں کہ حکمرانوں کے مصالحتی اقدامات اور آئین وقانون کو بروئے کار لا کر ایکٹ پاس کر لینے سے تعصب کی بیماری شفا نہیں پاتی اور نہ ہی دلوں کی غلاظت دھل جاتی ہے۔

امریکہ میں گزشتہ صرف چھ سال میں پولیس کے ہاتھوں مارے جانے والے سیاہ فام باشندوں کے نو واقعات ہوئے کسی کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوئی۔ ان واقعات کی تفصیل کچھ یوں ہے: (1) جولائی 2014ء، (2) اگست 2014ء، (3) نومبر 2014ء، (4) اپریل 2015ء، (5) 5 جولائی 2016ء، (6) 6 جولائی 2016ء، (7) 18 مارچ 2018ء، (8) 13 مارچ 2020ء، (9) 25 مئی 2020ء۔ آخری واقعہ یعنی جو 25 مئی کو پیش آیا اس میں سیاہ فام فلائڈ کا جرم یہ تھا کہ اُس نے سگریٹ خریدنے کے لیے دوکاندار کو جو 20 ڈالر دیے وہ جعلی تھے۔ دوکاندار نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس آفیسر نے اُسے زمین پر پٹخ کر اُس کی گردن پر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔ فلائڈ چیختا رہا کہ اُس کا دم گھٹ رہا ہے اُس کو سانس نہیں آ رہی لیکن پولیس آفیسر نے ایک نہ سنی، یہاں تک کہ وہ آنجہانی ہو گیا۔ امریکہ میں

مظاہرے شروع ہوئے جو بعد میں دنیا کے کئی دوسرے شہروں تک پھیل گئے۔ سپریم پاور امریکہ کا امیج بُری طرح تباہ و برباد ہوا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ رنگ ونسل کے امتیاز کے حوالے سے صدر آئزن ہاور، صدر کینیڈی اور صدر ٹرمپ کی ذاتی سوچ اور رائے میں کوئی ہمالائی فرق ہوگا۔ بہرحال تینوں سفید فام ہیں لیکن صدر ٹرمپ کا اُن سابقہ دو صدور سے اصل فرق فہم وفراست اور عقل ودانش کا ہے۔ ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ آئزن ہاور اور کینیڈی نے کس حکمتِ عملی سے کام لیا لیکن صدر ٹرمپ کیا طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ وہ مظاہروں کے حوالے سے اپنے گورنرز کو کہتے ہیں کہ اُنھیں Dominating ہونا ہوگا۔ وہ مظاہرین کو Domestic Terrorist کہتے ہیں۔ وہ نیشنل گارڈز کو طلب کر لیتے ہیں اور فوج کو طلب کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ صدر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم حالتِ جنگ میں ہیں۔ اگر Looting ہوگی تو Shooting بھی ہوگی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مرکزی حکومت کے اہم ترین عہدہ دار وزیر دفاع اور اٹارنی جنرل مظاہروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ہماری Battle Space ہے، یہ ہماری Battle Ground ہے۔

صدر کینیڈی کے دور میں جو Civil Rights Act پاس ہوا تھا وہ ایک زبردست تحریک کا نتیجہ تھا جس کی صف اوّل کے لیڈر مارٹن لوتھر کنگ جونیئر اور میلکم ایکس (جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا) تھے۔ لیکن وہ 21 فروری 1965ء کو قتل کر دیا گیا اور مارٹن لوتھر بھی 4 اپریل 1968ء کو سفید فام سفاکیت کی نذر ہو گیا۔ آج مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کا نام امریکہ میں بڑی عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔ لیکن ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر آج ایک اور مارٹن لوتھر امریکہ میں سامنے آ جائے اور سیاہ فام کے لیے جدوجہد کرے تو وہ بھی قتل ہو جائے گا اور بعد میں اُس کا نام بھی انتہائی عزت واحترام سے لیا جائے گا۔ اس لیے کہ کاغذوں پر تحریر شدہ حقوق، عدالتوں کے فیصلے اور قانون ساز اداروں کے پاس کردہ ایکٹ غلیظ جذبات کو دلوں سے نہیں نکال سکتے، نہ ہی جہالت اور تعصب کو اذہان سے کھرچ سکتے ہیں لہٰذا متکبرانہ رویہ کیسے بدل سکتا ہے، اپنی برتری اور غلبے کا خبط کیسے ختم ہو سکتا ہے؟

آیئے ذہنی پستی اور جہالت کے اِن بدترین طور طریقوں سے نظر ہٹا کر اپنے سر کو بلند کر کے انسانی عظمت اور رفعت کا نظارہ کریں۔ تاریخ 9 ذوالحج 10 ہجری ہے (بمطابق 6 مارچ 632ء) مقام میدان عرفات ہے، جبل الرحمۃ کو محسن انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ سوا لاکھ جانثاروں کا مجمع ہے۔ زبان مبارک سے انسانیت کو یہ پیغام دیا جاتا ہے: تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ہاں اللہ کے ہاں یہ فضیلت ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔ غور کیجیے نہ صرف رنگ ونسل اور زبان وعلاقے کے تعصب کو ملیامیٹ کر دیا بلکہ یہ ارشاد فرما کر کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے ذاتی تکبر کے تصور کو بھی چکنا چور کر دیا یعنی مٹی جیسی حقیر شے کے بنے ہوئے انسان تم کس بات پر اتراتے ہو، ہاں وہ روح جو تم میں پھونکی گئی ہے وہ اس مٹی سے بنے ہوئے وجود پر اگر غالب ہے اور تم نے خود کو اپنے رب کے سپرد کر کے مکمل بندگی اختیار کر لی ہے اور عجز وانکسار کا مجسمہ بن گئے ہو تو پھر اللہ کے نزدیک برتر ہو۔

سوال یہ ہے کہ مسلمان جب آغاز میں محسنِ انسانیت پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے صحیح معنوں میں پیروکار تھے تو ایسے تعصبات سے ممکن حد تک پاک تھے۔ بعد ازاں امت کے وجود کو جب کچھ کمزوریاں لاحق ہو گئیں۔ مسلمانوں میں خلافت کی جگہ ملوکیت نے لے لی، تب بھی صورتِ حال ایسی بُری نہ تھی۔ آخر خاندان غلاماں کی حکومت کی مثال دنیا میں صرف مسلمانوں ہی نے پیش کی تھی۔ محمود وایاز کے قصے اسلامی تاریخ ہی کا حصہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں قرآن پاک میں امتِ وسطیٰ قرار دیا تاکہ ہم دوسری قوموں کو صحیح اور سیدھی راہ دکھائیں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ آج مسلمان خود گمراہ ہو چکے ہیں۔ وہ کسی کو کیا راہ دکھائیں گے؟

آج مسلمان آپ ﷺ کی تعلیمات سے منہ موڑ کر مغرب کی دجالی تہذیب کی گرفت میں مکمل طور پر آ چکے ہیں تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں ہوتی کہ منفی نوعیت کے تعصبات کی اقسام اور ان میں شدت کی کیفیت جتنی مسلمانوں میں ہے کسی دوسری قوم میں شاید ہی ہو۔ آج مسلمانوں میں لسانی، علاقائی، گروہی اور نسلی تعصب ہے، لیکن سب سے گہرا اور تباہ کن تعصب، مسلک اور فرقہ کی بنیاد پر ہے۔ آج مکمل طور پر من دیگرم تو دیگری کی صورتِ حال ہے۔ اس تعصب کی بنا پر سوشل بائیکاٹ بھی ہے اور قتل وغارت گری بھی ہے حالانکہ اللہ نے اپنی آخری کتاب میں ہم سب کو ایک نام ”مسلمان“ دیا ہے مگر ہم اِس کے ساتھ لاحقہ اور سابقہ لگانا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں۔ ہم زبان سے کہتے ہیں ہمارا رب ایک ہے، ہمارا رسول ایک ہے، ہمارا قرآن ایک ہے، لیکن قرآن کی رو سے ہماری حالت ﴿تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ط﴾ (الحشر:14) کی سی ہے۔

آج ضرورت اِس امر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کو اپنا امام بنائیں اور اللہ کے آخری رسول ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو ترتیب دیں۔ آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ وہ فطری نظام قائم کریں جو فاطر الفطرت نے انسانوں کو دیا ہے۔ یہی نظام تمام قسم کے تعصبات سے بالاتر ہوگا۔ یہی نظام دنیا سے انتشار اور فساد کو ختم کرے گا۔ درحقیقت دنیا کو ایک عادلانہ نظام کی شدت سے ضرورت ہے۔ یہ جنگیں، یہ فسادات، یہ ہنگامے، یہ قتل وغارت اِس لیے ہیں کہ انسانوں نے اپنے اپنے مفادات کے تحت استحصالی نظام قائم کیے ہیں جو گروہی اور علاقائی مفادات کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا خالق اور مالک ہے لہٰذا اُسی کا نظام ہر نوع کے تعصب سے بالاتر ہوگا۔ وہی دنیا کو جنت نظیر بنائے گا۔ ان شاء اللہ

غزوۂ اُحد اور موجودہ حالات میں ہمارے لیے راہنمائی

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے ایک سابقہ خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد]

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۂ آل عمران کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ یہ اس سورت کے 13 ویں رکوع کی ابتدائی آیات ہیں۔ ان آیات کا اساسی مضمون غزوۂ احد ہے جو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک بہت اہم واقعہ ہے۔ اگرچہ اس غزوہ کی تاریخ بارے اختلافات ہیں، تاہم ایک واضح رائے یہ ہے کہ یہ 15 شوال کو ہوئی۔ لہٰذا موقع کی مناسبت سے میں نے آج کی گفتگو کے لیے غزوۂ احد کا انتخاب کیا ہے۔ غزوات کے موضوع کا اس آیت کے مضمون کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ حضور ﷺ رحمۃ للعالمینؐ ہیں، لیکن آپؐ نے ہاتھ میں تلوار کیوں لی؟ کیوں بہت سے غزوات ہوئے؟ اس لیے کہ آپؐ کو غلبۂ دین حق کا مشن دیا گیا تھا۔ دین حق کو غالب کرنے کے راستے میں باطل نظام کے محافظ بہر حال رکاوٹ بنتے ہیں، جن کی سرکوبی کے لیے قوت کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے۔ سورۃ الحدید کی آیت 25 میں رسولوں کی بعثت کے ضمن میں کتاب و میزان کے نزول کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ لوہے کے نزول کا ذکر اسی لیے کیا گیا ہے کہ لوہے کی قوت کے بغیر باطل سرنگوں نہیں ہوتا۔ قیام عدل اور نصب میزان میں باطل نظام کے پروردہ لوگ لازماً رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ وہ کبھی نظام حق کے لیے راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر باطل نظام میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو باطل نظام کو اعلیٰ ترین بنا کر دکھاتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے روس کو شکست دینے کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا تو اُس کی جانب سے کہا جانے لگا کہ اب اصل نظام ہی وہ ہے جو ہمارے ہاں رائج ہے اور یہی نظام اب پوری دنیا میں چلے گا۔ اس پر کتابیں شائع ہونا شروع ہوئیں کہ ہمارا نظام سب سے اعلیٰ ہے۔ پروفیسر ہنٹنگٹن اور فوکو یاما نے یہاں تک کہا کہ اس سے بہتر نظام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اب یہی نظام قیامت تک چلے گا۔

مگر اب اس نظام کا سرغنہ جس طرح خود انتشار کا شکار ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب اس نظام کا بھی دھڑن تختہ ہونے والا ہے مگر اپنے عروج کے دور میں اس نظام کے علمبرداروں نے یہ سمجھا کہ ہمارے نظام کا اصل حریف اسلامی نظام اور خلافت ہے، جس کے قیام کا راستہ بہر صورت روکا جائے۔ اِسی لیے آج جو لوگ بھی نظام خلافت کا نام لیتے ہیں، وہ دہشت گرد ٹھہرتے ہیں۔ یہ کام فرعون نے بھی کیا تھا۔ وہ بھی اپنے نظام کو اعلیٰ و برتر قرار دیتا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوں کے خلاف پروپیگنڈا کرتا تھا۔ فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں، چاہتے ہیں کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں، اور تمہارے شائستہ مذہب کو نابود کر دیں۔" یعنی موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے بھائی ہمارے مثالی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اُن کے خطرے کا سدباب لازمی ہے۔ رسول خدا ﷺ نے بھی جب دعوت حق پیش کی، تو قریش کو اپنا باطل نظام معرض خطر میں دکھائی دیا اور اُس کے تحفظ کی فکر دامن گیر ہوئی۔ کفار یہ کہتے تھے کہ اگر محمد ﷺ کی بات مان لی تو کھائیں گے کہاں سے۔ ہمیں تو ان بتوں کی وجہ سے ہر طرف سے نذرانے ملتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہماری تجارتی شاہراہ محفوظ ہے اور کوئی شخص ہمارے تجارتی قافلوں پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔ ہماری معاشی اجارہ داری قائم ہے۔ اگر ہم نے آپؐ کی بات مان لی تو ہم تو اچک لیے جائیں گے، ہم معاشی طور پر بد حال ہو جائیں گے۔ پھر زمین میں ہمارا کوئی پُرسان حال نہیں ہوگا۔ یعنی ایشو یہی تھا کہ دعوت حق سے ہمارے نظام کو خطرہ لاحق ہے۔ پس باطل نظام کبھی اپنی جگہ نہیں چھوڑتا، وہ حق کا راستہ روکتا ہے۔ اور ہر وہ نظام باطل ہے جو اللہ کے نظام کے مقابل ہو۔ زمین پر حق حاکمیت صرف اللہ کا ہے۔ جو شخص بھی اللہ کے قانون کو چھوڑ کر دنیا میں اپنا قانون چلاتا ہے وہ غاصب، باغی اور طاغوت ہے۔ طاغوتی قوتیں کبھی نہیں چاہتیں کہ زمین پر اللہ کا عطا کردہ نظام غالب ہو۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان قوتوں کو فولاد کی قوت ہاتھ میں لے کر کچل دیا جائے۔ حضور ﷺ کے دور میں بھی قتال کا مرحلہ آیا۔ ہاں یہ نہیں تھا کہ آپؐ نے پہلے دن سے ہی جب آپؐ نے قریش مکہ کو دعوت ایمان دی اور ساتھ ہی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ نہیں! بلکہ تلوار آپؐ کے ہاتھ میں ہجرت مدینہ کے بعد آئی۔ مکی زندگی میں آپؐ نے لوگوں کو دعوت دی، اُن تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ کلام الٰہی کے ذریعے اُن کے دلوں کو مسخر کیا اور ایک ایسی جماعت تیار کی جو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے نظام کی وفادار تھی۔ وہ جماعت جب وجود میں آ گئی تب آپؐ نے اُسے باطل سے ٹکرایا۔ ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے ہاتھ کھول دیئے، تب غزوۂ بدر ہوا۔ دعوت کے مرحلے میں تو ہاتھ اُٹھانے کی بھی اجازت نہیں تھی، حکم تھا "اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رہو۔"

قتال کا یہ مرحلہ ہر رسول کی دعوت کے ساتھ بہر حال آتا ہے۔ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ مرحلہ 2 ہجری میں آیا جب حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر ہوا۔ اس غزوہ میں مادی اعتبار سے مسلمانوں اور کفار کی طاقت میں کوئی نسبت نہ تھی، مگر اللہ کی مدد آئی اور 313 نہتے اسلامی لشکر نے ایک ہزار کے کیل کانٹے سے لیس لشکر کفار کا مقابلہ کیا اور عبرت ناک شکست دی۔ کفار کے ستر بڑے بڑے افراد مارے گئے، جس سے اُن کی کمر ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں میں سے صرف 14 صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اِس کے اگلے ہی سال شوال 3 ہجری میں غزوۂ احد ہوا۔ مشرکین مکہ کے ایک لشکر جرار نے مدینہ پر

چڑھائی کردی۔ دراصل مکہ والوں نے غزوۂ بدر کے بعد ایک دن بھی چین اور آرام سے نہیں گزارا۔ اُن میں انتقامی جذبات لاوے کی طرح کھول رہے تھے۔ ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کا انتقام نہیں لیا جائے گا' نہ خوشبو لگاؤں گا' نہ چارپائی پر سوؤں گا۔ چنانچہ معرکہ بدر کے بعد ہی اہل مکہ نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر اپنی شکست اور اشراف کے قتل کا بدلہ لیں اور اپنے غیظ وغضب کو تسکین دیں۔ اس کے ساتھ اِس طرح کی معرکہ آرائی کے لیے تیاری بھی شروع کردی تھی۔ جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد کفار کے تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر نے مدینہ پر چڑھائی کردی۔ قریش اپنی اور اپنے حلیفوں کی جو ممکنہ قوت اور طاقت جمع کر کے لا سکتے تھے وہ لے کر میدان میں آ گئے۔

اس موقع پر بھی نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک مشاورت منعقد فرمائی کہ اندریں حالات کیا حکمت عملی اختیار کی جائے' جبکہ تین ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھائی کرنے آ رہا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتی رائے تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ عجیب اتفاق ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ لیکن ایک تو اکابر صحابہ ؓ میں سے بعض حضرات کھلے میدان میں جنگ کرنے کے حامی تھے' جن میں حضرت حمزہ ؓ کا بھی نام شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ نوجوانوں کی طرف سے بھی یہی مطالبہ تھا' خاص طور پر ان حضرات کی طرف سے جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے' کیونکہ غزوۂ بدر کے موقع پر نفیر عام نہیں تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب ؓ کی اکثریت کی رائے کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ فرمادیا کہ کھلے میدان میں جنگ ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک ہزار کی نفری لے کر مدینہ سے جبل اُحد کی جانب کوچ فرمایا' لیکن راستے ہی میں عبداللہ بن اُبی تین سو افراد کو یہ کہہ کر اپنے ساتھ واپس لے کر چلا گیا کہ جب ہمارے مشورے پر عمل نہیں ہوتا اور ہماری بات نہیں مانی جاتی تو ہم ساتھ کیوں دیں اور اپنی جان جوکھوں میں کیوں ڈالیں؟ یہ پہلا چرکہ تھا جو مسلمانوں کو لگا۔ اس سے مسلمانوں کی جو نفسیاتی کیفیت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اب آپ اندازہ کیجیے کہ مدنی دَور کے قریباً اڑھائی سال کے اندر اندر جنگ کے قابل مسلمانوں کی کل نفری کا لگ بھگ ایک تہائی حصہ منافقین پر مشتمل ہو چکا تھا۔ کہاں وہ تین ہزار کا لشکر اور کہاں یہ سات سو افراد! قریش کے ساتھ سواری اور باربرداری کے لیے تین ہزار اونٹ دو سو گھوڑوں کا رسالہ بھی تھا۔ عرب کے اس دور کے حالات کے اعتبار سے یہ بہت بڑی بات تھی۔ دو سو گھڑسواروں کا دستہ اور ان پر خالد بن ولید بن مغیرہ سپہ سالار تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُحد پہاڑ کو اپنی پشت پر رکھا اور اس کے دامن میں صفیں بنوائیں۔ سامنے مشرکین تھے۔ جبل اُحد کے ساتھ ایک دَرہ ایسا تھا کہ اُحد کے پیچھے سے چکر لگا کر اس دَرہ سے گزر کر مسلمانوں کے لشکر پر حملہ ہو سکتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں اِدھر سے حملہ نہ ہو جائے' اس دَرہ پر پچاس تیراندازوں کو حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ کی سرکردگی میں تعینات فرمایا۔ حضور ﷺ نے نہایت تاکیدی اسلوب سے فرمایا کہ تم لوگ یہاں سے نہیں ہلنا۔ اگر ہم سب ہلاک ہو جائیں اور تم یہ دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی تم لوگ یہاں سے نہ ہٹنا۔ آپ اس تاکید اور شدت کا اندازہ کیجیے جو اس حکم میں نظر آتی ہے۔ جنگ شروع ہوئی تو پہلے ہی ہلے میں اللہ کی مدد و نصرت آئی اور بالکل بدر کا سا نقشہ سامنے آ گیا۔ مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمانوں نے ان کا پیچھا شروع کیا۔ کچھ مسلمان کفار کا تعاقب کر رہے تھے اور اکثر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے تھے۔

ادھر جو صحابہ کرام ؓ دَرہ پر تعینات تھے ان میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ان پچاس تیراندازوں میں سے اکثر نے کہا کہ چلو ہم بھی چلیں' مال غنیمت جمع کریں' اب تو فتح ہو گئی ہے۔ ان کے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر ؓ نے فرمایا' 'ہرگز نہیں' حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے نہ

پریس ریلیز 12 جون 2020ء

پنجاب اسمبلی کا ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل منظور کرنا قابل تحسین ہے

ایوب بیگ مرزا

پنجاب اسمبلی کا ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل منظور کرنا قابل تحسین ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے ترجمان مرزا ایوب بیگ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی کا پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ ترمیمی بل متفقہ طور پر منظور کرنا انتہائی قابل تحسین ہے جس کے مطابق درسی کتب میں اسلامیات، مطالعہ پاکستان، تاریخ، اُردو لٹریچر اور دوسرے مضامین میں اسلامی مواد کے متعلق نصابی کتب میں کسی قسم کی ترمیم علماء بورڈ کی منظوری کے بغیر نہیں ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔ ماضی میں یہ قانون نہ ہونے کی وجہ سے بڑی غلط فہمیاں پھیلتی رہی ہیں۔ بہرحال دیر آید درست آید۔

اُنہوں نے اِن خبروں پر اطمینان کا اظہار کیا کہ پاکستانی فضائیہ کی موجودگی کی وجہ سے بھارتی فضائیہ کراچی کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنے میں ناکام رہی البتہ ہمیں بھارت کے حوالے سے ہردم چوکنا رہنا ہوگا کیونکہ بھارت نے لداخ میں جو پسپائی اختیار کی ہے اور جس طرح چین کے ہاتھوں ہزیمت اُٹھائی ہے، مودی سرکار اپنے عوام کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے پاکستان کے خلاف کوئی کارروائی بھی کر سکتی ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

ہلنا' لہٰذا میں کسی کو اجازت نہیں دیتا''۔ لیکن ہوا یہ کہ اکثر نے اپنے کمانڈر کی بات نہ مانی اور اس دَرے کو چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتح شکست میں بدل گئی۔ انہوں نے آپؐ کے حکم کی یہ تاویل کی کہ حضورﷺ نے تو شکست کی صورت میں اتنا زور دیا تھا کہ چاہے ہم سب ہلاک ہو جائیں اور تم دیکھو کہ پرندے ہماری بوٹیاں نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی تم یہاں سے مت ہٹنا۔ اب تو فتح ہو گئی ہے' لہٰذا اب یہاں سے ہلنے میں کیا حرج ہے۔ بہرحال نظم کی خلاف ورزی اور موجود الوقت امیر کی نافرمانی ہو گئی، جس کی سزا کیا ملی! یہ کہ خالد بن ولید نے جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے' درہ خالی دیکھ کر اُحد کی پشت کا چکر کاٹا اور دو سو گھڑ سواروں کا دستہ لے کر اس درہ سے مسلمانوں کی پیٹھ سے اُن پر حملہ آور ہو گئے جس سے یکلخت جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ حالانکہ اِس سے پہلے کفار کی فوج مار کھا چکی تھی' اور اُسے شکست ہو گئی تھی۔ درہ پر صرف پندرہ تیر انداز رہ گئے تھے' لہٰذا ان کے لیے دو سو گھڑ سواروں کو اپنے تیروں کی بوچھاڑ سے یا تلواروں سے روکنا ممکن نہیں تھا۔ پچاس کی نفری برقرار رہتی تو خالد بن ولید کا اپنے دستہ کے ساتھ درہ کو پار کرنا ممکن نہیں تھا۔ یہاں پندرہ کے پندرہ اصحاب رسولؐ نے جام شہادت نوش فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ خالد بن ولید کے اس عقبی حملہ نے مسلمانوں کو سراسیمہ کر دیا۔ ان کی صفیں تو پہلے ہی درہم برہم تھیں' کچھ لوگ کفار کا پیچھا کر رہے تھے اور اکثر مالِ غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ بھاگنے والے کفار نے جب خالد بن ولید اور اس کے دستہ کے لوگوں کے نعرے سنے تو انہوں نے پلٹ کر زور دار حملہ کر دیا۔ اب مسلمان چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آ گئے اور فتح شکست سے بدل گئی۔ سورۂ آل عمران میں اس صورت حال کے بارے میں فرمایا:

''(مسلمانو! تم اپنی شکست کا اللہ کو کوئی الزام نہیں دے سکتے) اللہ نے تو (تائید و نصرت کا) جو وعدہ تم سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا تھا' جبکہ (ابتدا میں) تم اس کے حکم سے اپنے دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے۔ مگر جب تم ڈھیلے پڑے (تم نے کمزوری دکھائی) اور تم نے معاملہ میں اختلاف کیا' اور تم اپنے امیر کی حکم عدولی کر بیٹھے' بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھائی یعنی فتح جو تمہیں محبوب تھی اس لیے کہ تم' میں سے کچھ لوگ دنیا کے طالب تھے اور کچھ آخرت کی خواہش رکھتے تھے۔ تب اللہ نے تمہیں کافروں کے مقابلے میں پسپا کر دیا' تاکہ تمہاری آزمائش کرے۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف ہی کر دیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔'' (آیت :152)

اس دوران میں حضورﷺ پر بھی سخت ترین وقت آیا۔ ایک کافر نے آپؐ پر تلوار ماری، جس کی وجہ سے خود کی کڑیاں آپؐ کے چہرہ اقدس کے اندر دھنس گئیں۔ کفار آپؐ پر مسلسل حملے کر رہے تھے۔ چند صحابہؓ آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ مسلمان سب منتشر ہو گئے۔ بھگدڑ مچ گئی۔ خود کی کڑیاں دھنسنے سے آپؐ کے چہرۂ انور سے اتنا خون نکلا کہ بے ہوش ہو گئے، اور کچھ دیر کے لیے خبر اُڑ گئی کہ حضورﷺ کا انتقال ہو گیا۔ اس پر مسلمانوں کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے۔ ٹریجڈی آگے سے آگے بڑھتی رہی، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سہارا دیا۔ اللہ نے اہل ایمان پر تھوڑی دیر کے لیے ایک نیند اور اونگھ کی کیفیت طاری کر دی۔ یہاں تک کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آیا کہ ہم سے تلوار بھی نہیں اُٹھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے لیے یہ اونگھ کی کیفیت رہی، جس سے مسلمان تازہ دم ہو گئے، اور انہوں نے ایک مرتبہ پھر کفار کا بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا، اور انہیں وہاں سے بھاگنے پر مجبور کیا۔

مسلمانوں کو جو چرکہ لگا دراصل اُس سے انہیں ایک ٹریننگ اور سبق دینا مقصود تھا کہ آئندہ کے لیے نظم کے معاملے ایسی کوتاہی نہ کرنا۔ اس میں اور بھی بہت ساری حکمتیں تھیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس پر جو تبصرہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ

''اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان لانے والوں کو متمیز (نمایاں) کر دے اور تم میں سے بہت سے گواہ بنائے اور اللہ بے انصافوں کو پسند نہیں کرتا۔'' اور یہ بھی مقصود تھا کہ اللہ ایمان والوں کو خالص (مومن بنا دے) اور کافروں کو نابود کر دے۔'' (آل عمران)

مسلمانو! تمہیں جو چرکہ لگا ہے، وہ تمہاری سبق آموزی کے لیے ہے۔ تمہارے دشمنوں کو بھی ایسا ہی چرکہ اور زخم لگ چکا ہے۔ انہوں نے تو ہمت نہیں ہاری۔ وہ میدان بدر میں اپنے ستر مقتول چھوڑ کر گئے تھے اور ستر قیدی۔ اس کے باوجود وہ تین ہزار کی نفری لے کر مدینہ پر چڑھائی کے لیے آ گئے۔ تم کیوں ہمت ہار رہے ہو۔ کیوں تنگ دل ہو رہے ہو۔ یہ تو زمانہ کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں۔'' گھبراؤ نہیں! یہ نہ سمجھو کہ اللہ تمہارا حامی و ناصر نہیں ہے۔ اگر اللہ تمہاری نظم کی کمزوری کے باوجود تمہیں فتح سے ہمکنار کر دیتا تو اصلاح احوال نہ ہوتی۔ جبکہ تمہیں تو ابھی قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو تہہ و بالا کرنا ہے۔ یقین رکھو، اگر تم یقین قلبی رکھو گے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرتے رہو گے تو غلبہ و اقتدار تمہیں ہی ملے گا۔ یہ بھی اللہ کا وعدہ ہے۔ چاہے تمہاری تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور تمہارے پاس اسلحہ بالکل نہ ہو۔ غزوۂ بدر میں اسلحہ کہاں تھا؟ تم تو بالکل نہتے تھے، مگر پھر بھی تمہیں فتح ملی۔ اس لیے جان لو کہ فیصلہ کن چیز عددی قوت اور اسلحہ نہیں ہے، بلکہ ایمان اور ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔ اللہ پر بھروسا اور اس کے دین سے سچی وفاداری ہے، جس سے اللہ کی نصرت حاصل ہوتی ہے اور جب اللہ کی مدد شامل ہو تو پھر کوئی تمہیں زیر نہیں کر سکتا۔ یہی روز اول سے قرآن اور سیرت طیبہ کا پیغام ہے۔ آج کے دور میں اس کی زندہ مثال طالبان کی فتح ہے۔ جس سے ہمارے سیاسی اور دینی قائدین نے دانستہ آنکھیں بند کر رکھی ہیں اور سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ کیا یہ ہمارے سامنے کی حقیقت نہیں ہے کہ نہتے طالبان کے ہاتھوں آج امریکہ اور نیٹو کو ذلت آمیز شکست کا سامنا ہے؟ طالبان کے پاس کون سی عسکری اور اسلحی قوت تھی؟ کیا اُن کے پاس جدید ترین ٹیکنالوجی تھی؟ خوفناک اسلحہ تھا؟ کیا انہیں عددی برتری حاصل تھی؟ کوئی شے بھی تو ان کے پاس نہیں تھی۔ اُن کے پاس تو اللہ پر ایمان اور اُس سے وفاداری کا اسلحہ تھا۔ وہ اللہ کی شریعت کے وفادار تھے اور اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے عالم کفر کے متحدہ لشکر کے سامنے ڈٹ گئے تو اللہ نے اُن کی نصرت فرمائی۔ اس میں ہمارے لیے بڑا سبق ہے۔ افسوس کہ ہم اس سے سبق سیکھنے کو تیار نہیں، اور یہی رٹ لگائی جا رہی ہے کہ ہم جب تک ٹیکنالوجی میں آگے نہیں بڑھیں گے، تب تک دنیا میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ کوئی سورج کو دیکھ کر بھی دن ہونے کو نہ مانے اور یہ کہے کہ رات ہے اور نصف شب کا وقت ہے، تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ طالبان کی فتح کو دیکھ کر بھی اگر ہماری آنکھیں نہ کھلیں تو یہ بے بصیرتی کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت باطنی عطا فرمائے اور اپنے دین کے ساتھ سچی وفاداری کی توفیق دے۔ آمین

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

6 پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق

اے مشرق کے لوگو! اب کیا کرنا چاہیے؟

14

علم از و رسوا ست اندر شہر و دشت
جبرائیل از صحبتش ابلیس گشت

ترجمہ فرنگ کے علم الاشیاء کے فروغ سے شہر و بیابان میں علم رُسوا ہوگیا ہے اور جبرائیلؑ بھی (جو ہدایت کی علامت ہے) اس کے خود شناسی و انسان دوستی کی طرف دوبارہ لوٹنے (اصلاح) سے مایوس (ابلیس) ہے

تشریح انسانی تجرباتی وحسی علوم آج مغرب کے ہاتھوں دعووں کی حد تک آسمان کو چھو رہے ہیں مگر انسانیت کو روئے ارضی پر ان علوم کے فروغ سے جو ذاتی سکون واطمینان اور عالمی امن کے ساتھ انسان دوستی، اخلاق دوستی، شرم وحیا، عفت وعصمت اور احترام مال و جان جیسی اقدار ہوا اور پانی کی طرح عام میسر ہونی چاہیے تھیں وہ حالیہ مغربی (ننگِ انسانیت) تہذیب کے فروغ کے نتیجے میں زوال پذیر ہو کر ZERO تک پہنچ گئی ہیں بلکہ صحیح تر الفاظ میں انتہائی منفی حد تک گر گئی ہیں۔ انسانیت ایسے علم (کے فروغ) سے کسی خیر کی توقع لگانا عبث خیال کر رہی ہے یوں یہ علم رسوا ہو چکا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک جبرائیلؑ (فرشتہ) جو دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام تک ہدایت لانے کی علامت خیال کیا جاتا ہے وہ اب انسانی عقل وفکر کی حالیہ گراوٹ کی اصلاح اور از سرِنو بازیافت سے مایوس ہے۔ یاد رہے کہ ابلیس کے لفظی معنی مایوس کے ہیں (کہ راندہ درگاہ حق ہونے کے بعد وہ کسی اچھے انجام سے مایوس ہے)۔

15

دانش افرنگیاں تیغے بدوش
در ہلاکِ نوعِ انساں سخت کوش

ترجمہ فرنگی دانش (THOUGHT) انسان کُشی کے عمل پر ہمہ وقت کندھے پر تلوار لیے پھرنے والی ہے اور نوعِ انسانی کے حقیقی داعیات و اصلاح کی ہلاکت (کا سبب) ہے

تشریح افرنگی دانش (حکمت ابلیس) انسان دشمنی اور خدا بےزاری کے جذبات کو فروغ دینے کے لیے ہمہ وقت (ROUND THE CLOCK) مستعد اور مصروفِ عمل ہے★ اور اپنے ساتھ انسانی اقدار کو فنا کرنے اور ملیامیٹ کرنے کا وافر سامان لیے ہوا کی طرح ملکی سرحدوں سے بے نیاز اور کھیتوں، کھلیانوں، کارخانوں، فیکٹریوں، دفتروں، دکانوں، میڈیا کے مراکز کے ذریعے ہر انسان کے بیڈروم میں داخل ہو چکی ہے اور اس کے آلات ہر جگہ انسانی مثبت اقدار کے 'قتلِ عام' میں ملوث ہیں (بلکہ برا نہ منائیں تو یہ اس خوفناک انسان دشمن مغربی دانش کے ہتھیاروں میں سے سب سے بڑا میڈیا کا ہتھیار ہے اور انٹرنیٹ پر بےحیائی وعریانی ہے جس سے نسلِ انسانی تباہ ہو رہی ہے انسانوں کی اکثریت بخوشی ان ہلاکت خیز ہتھیاروں کو خود خریدتی ہے اور یوں 'خودکشی' کے عمل کی طرف بڑھ رہی ہے)۔

16

باخساں اندر جہانِ خیر و شر
در نسازد مستیٔ علم و ہنر

ترجمہ اس جہانِ خیر و شر میں انسان ہو کر بھی (فرنگ) حیوانی سوچ سے اوپر نہیں اُٹھ سکا اور علم و ہنر کی (یہ سائنسی وصنعتی) ترقی اسے راس نہیں آ رہی (نہ خود اس سے حقیقی فائدہ اُٹھاتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ اُٹھانے دیتا ہے)

تشریح 'علم الاشیاء' کے فروغ کی صلاحیت فطرتِ انسانی میں ودیعت شدہ ہے اور فرشتوں کے مقابلے میں انسانی عظمت کی دلیل ہے اسی بنیاد پر اس انسان کو روحانی وجود بخشا گیا اور 'خلافت ارضی' سے نوازا گیا۔ فرشتوں نے (جنوں کے بااختیار مخلوق ہونے کے باعث فساد وخون ریزی کرنے پر قیاس کر کے) انسانی تخلیق اور خلافت ارضی پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے (سورۂ بقرہ چوتھا رکوع) پہلے انسان اور فرشتوں کا آمنا سامنا کرا دیا اور پھر فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر 'آدم' یعنی بنی آدم کو مسجودِ ملائک بنا دیا۔

بقولِ شاعر انسان ہونا قابلِ فخر بات ہے ؎

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں 'مسجودِ ملائک' ہوں مجھے انسان رہنے دو

اس موضوع پر پیر مہر علی شاہ اپنی مثنوی میں یوں گویا ہیں:

از کمالت گر ملک آگاہ بدے
کے اَتَجعَل گفتہ خود رسوا شدے

ترجمہ: فرشتے اگر روحِ انسانی (خودی) کے کمالات سے واقف ہوتے تو اَتَجعَل...... نہ کہتے اور رسوائی نہ ہوتی۔

حقیقی 'آدمی' (آدم کی اولاد اور مسجود ملائک) کو علم الاشیاء میسر آئے تو وہ انسانیت کے لیے خیر و برکت کا موجب ہے جبکہ یہی علم الاشیاء اگر 'خساں' یعنی کمینہ صفت لوگوں (ضمیر سے خالی اور ڈارون کے فلسفہ کا مظہر بندر کی اولاد) کے ہاتھ آ جائے تو ان کو راس نہیں آتا اور وہ خرمستیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

★ یاد رہے کہ آج کا میڈیا دنیا میں 24 گھنٹے کہیں نہ کہیں سنا جا رہا ہوتا ہے BBC ساری دنیا میں درجنوں زبانوں میں نشر ہوتا ہے اور INTERNET بھی ہمہ وقت مصروفِ عمل ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مزار کی بے حرمتی کا کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ دشمنوں کی سازش ہے تاکہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر گریٹر اسرائیل کا راستہ مزید آسان کر دیا جائے۔ مسلمانوں کو اس بات کو سمجھنا چاہیے: ایوب بیگ مرزا

بھارت لداخ کے راستے چین کے سی پیک اور BRI منصوبوں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش میں تھا جس کو ناکام بناتے ہوئے چین نے لداخ کے 60 کلومیٹر ایریا پر قبضہ کر لیا ہے: رضاء الحق

بھارت چین کشیدگی اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مزار کی بے حرمتی کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: بھارت اور چین کا اصل تنازع کیا ہے اور لداخ بارڈر پر دونوں فوجوں کے درمیان کشیدگی کی اصل وجہ کیا ہے؟

رضاء الحق: جب 1947ء میں پاکستان اور بھارت آزاد ہوئے تو اس وقت کشمیر کا ایشو سامنے آیا کیونکہ اس پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ تب سے وہ علاقہ مقبوضہ کشمیر کہلایا جس میں وادی، جموں اور لداخ شامل ہیں۔ لداخ کا بارڈر چین کے ساتھ ملتا ہے۔ اس کے کچھ علاقے پر چین کا بھی قبضہ ہے اور اسی بناء پر بھارت اور چین کے درمیان سرحدی تنازعہ کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں 1962ء میں بھارت چین سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ اِن جھڑپوں میں انڈیا کو کافی مار پڑی۔ اس کے بعد انڈیا اس بارڈر کو LAC (لائن آف ایکچول کنٹرول) کہتا ہے جبکہ چین اس کو CCL (چائنیز کلیم لائن) کہتا ہے۔ یہ علاقہ گولوان ویلی کا ہے۔ اسی علاقے میں پینگاگ جھیل بھی ہے۔ یہ جھیل 134 کلومیٹر طویل اور سطح سمندر سے تقریباً 4000 میٹر بلند اور اسٹریٹجی کے لحاظ سے بہت اہم علاقہ میں ہے کیونکہ اس سے ملحق پاکستانی علاقے گلگت بلتستان سے سی پیک کے روٹس گزرتے ہیں۔ ان روٹس کی وجہ سے یہ تنازعہ جنگ کی شکل اختیار کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ بھارت اور چین کے بارڈر کا یہ حصہ ایسا ہے جو کبھی فکسڈ نہیں رہا بلکہ دونوں ممالک آپس میں اس بارڈر کو شیئر کرتے ہیں لیکن بعض مواقع پر شیئر نہیں بھی کرتے۔ حالیہ اطلاعات کے مطابق چین نے وہاں سرجیکل سٹرائیک کیا، یعنی وہ انڈیا کے بارڈر میں داخل ہوا اور انڈین پرنٹ میڈیا کے مطابق 3 کلومیٹر علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ جبکہ گلوبل میڈیا کے مطابق سات سے 10 کلومیٹر اور آزاد تجزیہ نگاروں کے مطابق چین نے وہاں 35 سے 40 کلومیٹر علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ چین کہتا ہے کہ ہم نے تقریباً 60 کلومیٹر علاقے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ ایک تو انڈیا نے وہاں تعمیرات شروع کر دی تھیں۔ اس کے علاوہ انڈیا نے وہاں بڑی ہائی وے بنانا شروع کر دی اور پھر بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے اعلان کیا کہ وہ وہاں پر 66 سڑکیں بنائے گا اور ساتھ ایک ایئر پورٹ بھی بنائے گا۔ یہ وہ معاملہ تھا جو چین کو کسی صورت بھی قابل قبول نہیں تھا۔

سوال: انڈیا کن مقاصد کے تحت وہاں تعمیرات کر رہا تھا؟

رضاء الحق: انڈیا چونکہ پورے کشمیر کو اپنا حصہ سمجھتا ہے اور ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے لیے وہ مستقبل کی پلاننگ کر رہا تھا۔ پھر دوسری طرف انٹرنیشنل ایجنڈہ بھی تھا جس کے تحت امریکہ اور اسرائیلی لابی بہت عرصہ سے بھارت کو اُکسا رہے تھے کہ وہ "چائنہ گھیراؤ" پالیسی میں ان کی مدد کرے کیونکہ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ چین کی معاشی ترقی مستقبل میں امریکہ کے لیے بہت بڑا خطرہ بننے جا رہی ہے۔ اسی لیے افغان مسئلہ میں بھی انڈیا کو ایک کردار دینے کی کوشش کی گئی تاکہ پاکستان کو بھی کسی طرح اس کے لیے مجبور کیا جاسکے کیونکہ پاکستان ایک ایسا ملک ہے کہ اگر چین مخالف قوتیں اس پر حاوی ہو جائیں تو پھر چین کا گھیراؤ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن پاکستان اس کے لیے بالکل تیار نہیں ہے کیونکہ چین کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اس کے بعد ایک بھارت ہی ہے جو اس پالیسی میں چین مخالف قوتوں کے کام آ سکتا ہے اور اس حوالے سے امریکی صدر ٹرمپ کافی دنوں سے انڈیا کو دھمکیاں دے رہا تھا کہ تم نے چین کے گھیراؤ کے حوالے سے ہماری مدد نہیں کی۔ پھر سی پیک منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے لیے بھی امریکہ کی کوشش تھی کہ اس علاقے میں بھارت کو استعمال کیا جائے۔ چین نے اس حوالے سے اپنے نقصان کو سمجھا اور پھر فوراً ایکشن لیا کیونکہ چین اپنے معاشی مفاد کے لیے کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ یہ بات بھی شامل کی جاسکتی ہے کہ انڈیا میں ایسے h a w k s ہیں جنہیں warrior wolf (وحشی بھیڑیے) کہا جاتا ہے اور وہ خاص طور پر اس چیز کو آگے بڑھانا چاہ رہے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اس علاقے میں conflict پیدا کیا جائے۔ چنانچہ چائنیز نے اس بات کو سمجھتے ہوئے پہلے ہی ایک سرجیکل سٹرائیک کی اور اس علاقے پر قبضہ کر لیا۔ یہ لداخ پر چین کے قبضے کی بنیادی وجوہات تھیں اور وہاں بھارت کو بہت مار پڑی ہے۔

ایوب بیگ مرزا: چین اور انڈیا کی سرحد تقریباً 4056 کلومیٹر طویل ہے۔ اس کے مغربی حصے کو ایل اے سی (لائن آف ایکچول کنٹرول) کہتے ہیں جبکہ اس سرحد کا درمیانی حصہ غیر متنازع ہے۔ یعنی اس کا بارڈر واضح ہے اور مشرقی حصے کو میکموہن لائن کہا جاتا ہے۔ انڈیا کا موقف

ہے کہ یہ سرحد لداخ، اروناکھنڈ سے ہوتے ہوئے ہماچل پردیش وغیرہ سے گزرتی ہے جو کہ ہماری ریاستیں ہیں لہٰذا اس پر ہمارا حق ہے۔لیکن چین اس موقف کو تسلیم نہیں کر رہا ہے۔جس کی وجہ سے یہ تنازع پیدا ہوا۔

سوال: جس طرح چین نے انڈیا پر جارحانہ حملہ کیا اور قبضہ کیا انڈیا اس کا جواب اس طرح نہیں دے رہا جس طرح اس کو دینا چاہیے تھا۔اس کی کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ آج کا بھارت اپنے تاریخی لیڈر چانکیہ کے فلسفہ پر چلتا ہے۔وہاں بڑے نعرے لگتے ہیں کہ اشوکا دی گریٹ وغیرہ۔حالانکہ اشوکا کی حکومت بھی سارے انڈیا کو یکجا نہ کر سکی تھی اور کئی آزاد ریاستیں تھیں۔بھارت کو اگر کسی نے ایک ملک بنایا تو وہ یا تو مسلمانوں نے بنایا یا انگریز نے بنایا۔نیپال کا دعویٰ صد فیصد درست ہے کہ نیپال انڈیا سے سینئر ہے کیونکہ نیپال انڈیا سے پہلے اور بحیثیت ایک مکمل ملک کے وہاں موجود ہے اور اس کی بڑی آئینی حیثیت ہے۔لیکن آج نیپال عسکری لحاظ سے کمزور ہے۔اس لیے انڈیا اس کو دبا رہا ہے۔بہرحال چانکیہ فلسفہ یہ ہے کہ ہمسائے کے ساتھ دشمنی کرو اور ہمسائے کے ہمسائے کے ساتھ دوستی کرو۔آج انڈیا اسی اصول پر چل رہا ہے۔پھر ہندو کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتا چلے گا کہ ہندو اس وقت تک نہیں لڑتا جب تک اس کو لکھ کر نہ دے دیا جائے کہ تمہیں فتح حاصل ہوگی۔پاکستان کے ساتھ جنگوں کی مثالیں موجود ہیں۔1948ء اور 1965ء کی جنگیں انڈیا نے نہیں پاکستان نے شروع کی تھیں۔اس نے صرف 1971ء کی جنگ شروع کی تھی لیکن وہ بھی اس وجہ سے کہ اس کو لکھ کر دے دیا گیا تھا کہ تم کامیاب ہو گے۔یعنی جب اس کو فتح یقینی نظر آتی ہے تب وہ جنگ کرتا ہے ورنہ وہ جنگ نہیں چھیڑتا۔یہی معاملہ چین کے ساتھ جنگ کا بھی ہے۔انڈیا کبھی اس کو جارحانہ جواب نہیں دے گا کیونکہ اسے فتح کی کوئی اُمید نہیں ہے۔البتہ ڈراما ضرور کرے گا۔میں نے 1962ء کی ہند چینی جنگ کو کبھی جنگ نہیں کہا بلکہ یہ سرحدی جھڑپیں تھیں جن میں بھارت کو خوب مار پڑی۔اصل میں یہ بھارت نے ڈراما کیا تھا۔اس وقت تک بھارت روس کا اتحادی تھا اور روس سے اسلحہ وغیرہ لے رہا ہے۔جبکہ پنڈت نہرو محسوس کر رہا تھا کہ امریکہ سیٹو کے تحت پاکستان کو بہت اسلحہ دے گا اور امریکہ کا اسلحہ روس کے اسلحہ سے بہت زیادہ بہتر تھا۔چنانچہ پنڈت نہرو نے چین کے ساتھ سرحدی جھڑپ کا ڈراما رچایا تا کہ امریکی مدد حاصل کی جا سکے اور امریکہ بھی اس ڈرامے کا حصہ تھا یا وہ چین سے خوفزدہ تھا۔چنانچہ اس نے فوری طور پر انڈیا کو اتنا زیادہ اسلحہ دیا جو اس نے پاکستان کو کئی سالوں سے نہیں دیا تھا۔بلکہ پاکستان کے اوپر پابندی بھی لگا دی کہ اگر تم بھارت کے ساتھ جنگ کرو گے تو ہمارا اسلحہ استعمال نہیں کر سکو گے۔

سوال: توسیعی پسندانہ عزائم رکھنے والے انڈیا کا مستقبل کیا ہوگا؟

رضاء الحق: اس وقت بھارت میں انتہا پسند حکومت موجود ہے لیکن اگر وہاں ایسی حکومت نہیں بھی تھی تب بھی وہاں انڈیا کی سوچ انتہا پسندانہ ہی تھی۔وہاں جب کانگریس کی حکومت ہوا کرتی تھی تو تب بھی ان کے اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں ہوا کرتے تھے۔خاص طور پر انڈیا کی ملٹری اسٹیبلشمنٹ تو غاصبانہ سوچ کی مالک ہے۔بہرحال انڈیا کے اندر دو تین معاملات ایسے ہیں جن کو سامنے رکھیں تو اس کا مستقبل بہت مخدوش دکھائی دیتا ہے۔اس وقت انڈیا کی سات ریاستوں سمیت آزادی کی 21 تحریکیں چل رہی ہیں۔پھر انڈیا کی موجودہ حکومت کے اقدامات جیسے کشمیر کی آئینی حیثیت کو ختم کرنا، بھارتی شہریت کا قانون نافذ کرنا، کشمیر میں قتل وغارت کرنا وغیرہ کی وجہ سے وہاں بیداری کی ایک لہر چل نکلی ہے۔انتہا پسندوں نے انڈیا کے اندر بھی مسلمانوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔دوسری طرف امریکہ اور اسرائیل انڈیا کو ایسے احمقانہ اقدام کرنے کے لیے مجبور کر رہے ہیں جن کی وجہ سے انڈیا کے ٹکڑے ہونے کا خطرہ بڑھ رہا ہے۔کسی زمانے میں انڈیا کو USSR سپورٹ کرتا تھا لیکن اس کے خاتمے کے بعد روس اب انڈیا کو اس طرح سپورٹ نہیں کرتا جس طرح USSR کرتا تھا۔دوسری طرف امریکہ اس کی USSR جیسی سپورٹ نہیں کرے گا کیونکہ امریکہ مشروط طور پر سپورٹ کرتا ہے۔اگر اس میں بھی اسے خطرہ ہو تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔بہرحال اگر انڈیا اپنے عزائم تبدیل نہیں کرتا تو اس کے حالات مخدوش ہی نظر آتے ہیں۔

> اس وقت انڈیا کی سات ریاستوں سمیت آزادی کی 21 تحریکیں چل رہی ہیں۔اگر انڈیا نے اپنے عزائم تبدیل نہ کیے تو بہت جلد اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

سوال: کیا چین اور انڈیا امریکہ کی ثالثی کی آفر قبول کر لیں گے؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ آج سے پون صدی قبل ایک سپر پاور کے طور پر اُبھرنے والا ملک تھا لیکن حالیہ صدی کے آغاز سے اس کا زوال بھی شروع ہو چکا ہے۔امریکی صدر ٹرمپ اس زوال کو روکنے کی پوری کوشش میں ہے۔بالخصوص وہ اس زوال کے آگے ایک مصنوعی رکاوٹ کھڑی کر کے اپنی عظمت قائم کرنا چاہتا ہے۔جیسے وہ پوری دنیا کے معاملات میں دخل اندازی کرتا ہے تا کہ دنیا سمجھے امریکہ ایک ایسا ملک ہے جس کی ساری دنیا کو ضرورت ہے۔انڈیا نے صاف کہا ہے کہ اس معاملے میں ہم نے امریکہ سے کوئی درخواست نہیں کی۔بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے کہ انڈیا نے اس ثالثی کی آفر قبول کی ہے یا نہیں۔لیکن ایک بات ضرور ہے کہ امریکہ اپنی سپرمیسی کی ساکھ بچانا چاہتا ہے اور دنیا کو بتانا چاہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی مسئلہ ہو میں اس کو حل کرنے کے لیے موجود ہوں۔بہرحال اس کی آفر کو انڈیا شاید قبول کر لے لیکن میں حیران ہوں کہ چین تو امریکہ کا کھلم کھلا دشمن ہے اس کو اس نے کس منہ سے آفر کی ہے۔اس کو یہ آفر کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی۔امریکہ چین کے خلاف جو اقدامات کر رہا ہے وہ ہم جانتے ہیں کیا چین نہیں جانتا؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت چین کی سیاسی حکومت اور خفیہ ایجنسیاں بالخصوص اپنے مفاد کے معاملے میں دنیا میں ٹاپ پر ہیں۔اس وقت چین معاشی اور عسکری لحاظ سے ایک سپر پاور بن چکا ہے تو کیا وہ امریکہ کی اس آفر کو قبول کر لے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ نے یہ آفر کر کے اپنا تمسخر اُڑایا ہے اور اپنی سپرمیسی قائم کرنے کی ایک مصنوعی کوشش کی ہے۔

سوال: چین اور بھارت کے تنازعہ کا منطقی انجام کیا ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں یہ تنازعہ زیادہ

طوالت اختیار نہیں کرے گا۔ چین اگر مطمئن ہو جاتا ہے کہ بھارت اب سی پیک کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ مزید آگے نہیں بڑھے گا اور اس حد تک پیچھے بھی ہٹ جائے گا جس حد تک اس کا سی پیک منصوبہ خطرے میں نہیں جاتا۔ لیکن وہاں سے پیچھے ہرگز نہیں ہٹے گا جہاں سے وہ سی پیک کے لیے خطرہ محسوس کرے گا اور بھارت کو جب تک یقین نہ ہو جائے کہ فتح یقینی ہے اس وقت تک وہ نہیں لڑے گا۔

سوال: انڈیا سے سی پیک اور BRI کو کس حد تک خطرہ ہے؟

رضاء الحق: چین کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتا جو اس علاقے میں جنگ کو بڑھائے۔ وہ اس راستے میں بھی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرے گا جہاں سے انڈیا آزاد کشمیر پر حملہ کر سکتا ہے۔ اصل معاملہ انڈیا کا ہے کہ وہ کس حد تک جانا چاہتا ہے۔ اس نے وہاں تعمیرات شروع کی ہوئی تھیں اور اس کا کہنا تھا کہ میں چین کی تعمیرات کو میچ کر رہا ہوں۔ حالانکہ چین کی تعمیرات پورے پراجیکٹ کے ساتھ چل رہی ہیں جبکہ انڈیا کی تعمیرات کسی کی شہ پر ہیں کہ چین کا راستہ روکا جائے۔ اسی وجہ سے چین نے آگے بڑھ کر پہل کی اور ابھی تک جتنے علاقے پر اس نے قبضہ کر لیا ہے اس کے بارے میں چین کہتا ہے کہ میں اس کا قبضہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے بعد بھی اگر بھارت سی پیک اور BRI کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے سے باز نہ آیا تو پھر چین کو جس حد تک جانا پڑا وہ جائے گا۔ کیونکہ اس کے لیے سی پیک اور BRI دونوں منصوبے بہت اہم ہیں۔ چین نے تمام ٹیکنالوجی میں آزادی حاصل کر لی ہے۔ اسی لیے امریکہ اس کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ اسے نظر آ رہا ہے کہ میری اکانومی ڈوب رہی ہے اور میرا مستقبل خطرے میں ہے۔ اب وہاں پر نسل پرستی کی بنیاد پر فسادات ہو رہے ہیں۔ جبکہ چین کی معیشت ترقی کر رہی ہے اور اس کے راستے میں جو بھی رکاوٹیں آئیں گی وہ انہیں ہر صورت میں دور کرے گا اور اگر بھارت ادھر ہی رک جاتا ہے تو چین بھی رک جائے گا۔

سوال: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کی اہلیہؒ کی قبروں کی بے حرمتی کے ذمہ دار کون ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا مزار شام کے شہر ادلب میں واقع ہے۔ شام میں اس وقت بشار الاسد کی حکومت ہے جو شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کارنامے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ایک واقعہ میں بیان کروں گا۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے قول کی روشنی میں باغ فدک کے بارے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ چونکہ نبی کی کوئی میراث نہیں ہوتی اس لیے یہ باغ ان کی اولاد کو نہیں ملے گا۔ لیکن بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ باغ نبی اکرم ﷺ کی اولاد کو دے دیا۔ یقیناً ان کے پاس اس کے لیے دلائل ہوں گے کیونکہ خلیفہ اول کے فیصلے کو تبدیل کرنا کوئی چھوٹا کام نہیں تھا۔ لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس شہر میں اہل تشیع کی آبادی زیادہ ہے تو پھر بھی آپؒ کے اس فیصلے کی وجہ سے ان کے مزار کا زیادہ تحفظ کیا جانا چاہیے تھا۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ سازش عین ممکن ہے غیروں کی ہو، یہ کسی مسلمان کا کام نہیں لگتا بلکہ عین ممکن ہے کہ اس اقدام سے مسلمانوں کے دونوں فرقوں کو لڑانے کی ایک سازش کی گئی ہو۔ اس سے پہلے حضرت زینبؓ کے مزار کی بے حرمتی ہوئی تھی۔ ہم اس کی بھی مذمت کرتے ہیں۔ بہرحال یہ کام اسلام دشمن قوتوں کا ہے جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتی ہیں۔ دشمن قوتیں اس طرح کی سازشیں پہلے بھی کرتی رہی ہیں تاکہ مسلمان آپس میں لڑیں۔ یہ اقدام شیعہ سنی فساد کو بھڑکانے کے لیے کیا گیا ہے۔

رضاء الحق: بشار الاسد جس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے اس کو اہل تشیع بھی اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اس معاملے میں ایران نے بھی بڑا واضح کہا ہے کہ ہم ملوث نہیں ہیں اور بشار الاسد اور اس کی حکومت بھی یہی کہتی ہے۔ پھر روس کے صدر پیوٹن کا شام کا کامیاب دورہ کرنا اور اس دوران بشار الاسد حکومت کی طرف سے اس طرح کے اقدام کی سمجھ نہیں آتی۔ البتہ جو لوگ یہاں پر فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ اسرائیلی ہیں جو شام میں بہت سرگرم ہیں۔ شام کے اندر جو اتنے حالات خراب ہوئے ہیں تو اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اسرائیل نے موساد کے بہت زیادہ ایجنٹ وہاں بھیجے جو اس طرح کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا رہیں۔ دوسری طرف امریکی ایجنٹ اور سی آئی اے بھی وہاں موجود ہے۔ پھر امریکہ اور اسرائیل کی بنائی ہوئی داعش بھی وہاں موجود ہے۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ ان میں سے ہی کسی نے یہ کام کیا ہے اور اس میں کوئی مسلمان ملوث نہیں ہے۔ اس اقدام کا بڑا فائدہ اسرائیل کو پہنچے گا۔ ظاہر ہے مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی ہوگی تو مسلمان کمزور ہوں گے اور گریٹر اسرائیل کے راستے کی رکاوٹیں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ اسرائیل اور اس کے ایجنٹوں کے نزدیک دو ایشوز بہت بڑے ہیں۔ ایک اس علاقے کے اندر فسادات پیدا کرنا تاکہ دجالیت کو آگے بڑھانے میں مدد ملے اور دجال کے خروج کی راہ ہموار ہو۔ دوسرا حضرت مہدی کا جب ظہور ہو تو شناخت کیا جا سکے کہ وہ شخص کون ہے تاکہ اس کو جلد سے جلد دہشت گرد قرار دیا جا سکے۔ بہرحال یہ ان کے مقاصد ہیں۔ امریکہ کی تاریخ اس طرح کے کاموں سے بھری پڑی ہے۔

سوال: شیعہ سنی اختلافات کو کم سے کم سطح پر کیسے لایا جا سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ ہم بہت لیٹ ہو چکے ہیں۔ اس حوالے سے اُمت مسلمہ نے بروقت کچھ نہیں کیا۔ یہ کوشش بہت پہلے ہو جانی چاہیے تھی۔ چونکہ یہ اختلافات صدیوں سے چلے آ رہے ہیں اور اب اختلافات کی بنیادیں اتنی پختہ ہو گئی ہیں کہ ان کا ختم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ البتہ ان کو کم سے کم سطح پر لایا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کو اس سطح پر لے آئے کہ امت مسلمہ کو بحیثیت مجموعی نقصان نہ ہو اور اُمت میں فساد پیدا نہ ہو۔ اصول یہی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی کسی فرقہ کو مشتعل کرتا ہے تو وہ اُمت کی مصلحت کی خاطر کوئی اقدام نہ کرے اور یہ سمجھے یہ ہمارے دشمنوں کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے عوام اور علماء نے بہتر انداز سے اس کو ڈیل کیا اور دشمنوں کی کوششوں کو ناکام کیا ہے۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

امریکا مکافاتِ عمل کی زد میں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکا مکافاتِ عمل کے دور میں داخل ہو کر عذابوں کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ موت برساتے کورونا نے ایک ہی ہلّے میں امریکا کو دشتِ لیلیٰ (افغانستان) بنا دیا۔ کورونا نے اپنے شکنجے میں جکڑ کر وہی اجتماعی قبریں ان کا مقدر کر دیں جو ڈونلڈ رمزفیلڈ اور جارج بش نے دو ہزار طالبان کے لیے کھودی تھیں۔ کنٹینروں میں ٹھونس کر دم گھٹ کر مر جانے والوں کے لیے اجتماعی قبروں کے منہ کھول دیے تھے۔ آج کورونا بھی دم ہی گھونٹتا ہے۔ وینٹی لیٹر بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ مرگِ انبوہ کی صورت بن گئی۔ لاشیں بھی تدفین کے انتظار میں فریز والے کنٹینروں میں ذخیرہ کیں اور پھر اجتماعی قبروں میں انڈیل دیں۔ ابھی یہ سلسلہ تھما نہ تھا کہ ان کے قدموں تلے سے ایک اور مقامی وبا کا عذاب ایسے پھوٹ پڑا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ 'ان پر عذاب ایسے رخ سے آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ جا سکتا تھا'۔ (الزمر:25) 'کہو، وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوا دے'۔ (الانعام:65)۔ 8 منٹ اور 46 سیکنڈ میں امریکا پر ایک نئی قیامت ٹوٹ پڑی۔ پورا امریکا، شہر شہر مظاہروں سے ہلا مارا گیا۔ مینا پولس شہر میں 44 سالہ سیاہ فام امریکی جارج فلوئیڈ دوکان پر سگریٹ خریدنے گیا۔ وہاں موجود ملازم لڑکے نے بیس ڈالر کا نوٹ جعلی قرار دے کر پولیس کو اطلاع دی۔ (فلوئیڈ کورونا کی پھیلائی بے روزگاری کا شکار تھا) پولیس افسر نے آتے ہی پستول سونتی، فلوئیڈ کو گاڑی سے نکالا اور ہتھکڑی لگا دی۔ اسے زبردستی پولیس کی گاڑی میں دھکیلنے پر فلوئیڈ نے مزاحمت کی، زمین پر جا گرا۔ اس کا منہ زمین سے لگا ہوا تھا اور ہتھکڑی میں تھا۔ پولیس افسر نے اپنا مضبوط گھٹنا اس کی گردن پر پورے وزن کے ساتھ دبائے رکھا۔ فلوئیڈ منت سماجت کرتا رہا، 'میرا دم گھٹ رہا ہے۔ میں سانس نہیں لے سکتا۔ پلیز، پلیز، پلیز'.......... (لوگوں نے یہ لمحات اور مناظر وڈیو ریکارڈ کر لیے)۔ سفید فام پولیس افسر نے 20 ڈالر کی سزا میں (جرم ثابت ہوئے بغیر) 8 منٹ 46 سیکنڈ تک اسے پوری قوت سے گردن پر گھٹنا دیے دبوچے رکھا۔ 6 منٹ کے اندر فلوئیڈ بے جان ہو چکا تھا۔ ایمبولینس آئی۔ ہسپتال میں اسے مردہ قرار دیا گیا۔ اس کی موت نے سوشل میڈیا پر جگہ پاتے ہی پورے امریکا کو اٹھا کھڑا کیا۔ افریقی امریکیوں کے صبر کے تابوت میں یہ آخری کیل تھا جو جڑ دیا گیا۔ 25 مئی کو پولیس کے ہاتھوں ہونے والے اس قتل نے (ایک نے جان لی، باقی 3 گورے پولیس افسر پہرہ دیتے رہے اس کی موت یقینی بنانے کو، بلا مداخلت!) چار سو سالہ غلامی کے سارے زخم (افریقی امریکیوں کے) ہرے کر دیے۔ نسل در نسل ظلم، جبر، تحقیر، نفرتیں انگیز کرنے والے پھٹ پڑے۔ گورے کا نقاب نوچ پھینکا۔ ان کا ساتھ دینے کو (آتش فشاں بننے سے بچانے کو بھی) ہر رنگ نسل کے امریکی دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے۔ آج پورا امریکا شعلہ بہ داماں ہے۔ یہ آگ امریکا تک محدود نہیں۔ پوری مغربی دنیا، یورپ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ تک بڑے شہر مظاہروں کی لپیٹ میں ہیں..........

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہانِ چارسوئے رنگ و بو!

امریکا میں سیاہ فام ہونے کا مطلب کیا ہے، کینیا کا ایک مشہور صحافی نیویارک کے حوالے سے اپنا تجربہ بیان کرتا ہے کہ کس طرح صرف اپنی سیاہ رنگت کی بنا پر (ایک دعوت میں شرکت کے لے جانے پر) گورے بٹلر کے ہاتھوں اس نے ذلت اٹھائی۔ 'اس تجربے سے میں جان گیا کہ یہ نظام کس طرح سیاہ فاموں کو تحقیر دیتا اور اجنبی بنا رکھتا ہے (قطع نظر اس کی تعلیم، مقام یا مرتبے کے)'۔ برطانوی شاہی خاندان سے بغاوت اختیار کر کے امریکا (لاس اینجلس)، شوہر پرنس ہیری کے ساتھ جا بسنے والی شہزادی میگھن مرکل بھی سیاہ فام ماں کی بیٹی ہے (باپ سفید فام تھا)۔ اس نے 2012ء میں نسل پرستی کی اذیت پر جو اظہارِ خیال کیا تھا اپنے ذاتی تجربات کی روشنی میں، وہ بھی اب گونج رہا ہے۔ امریکا بالخصوص، مغرب بالعموم کے چہرے سے نقاب اتر گیا ہے۔ جنیوا میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی چیف نے کہا کہ 'وائرس نے امریکی عدم مساوات کی وبا کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ (کورونا کے ذریعے) صحت، تعلیم اور روزگار کے اعتبار سے نسلی امتیاز کی مقامی وبا کا حال کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ وائرس میں مرنے والے امریکی سیاہ فام تعداد میں دوسری نسلوں کے مقابلے میں دوگنی تعداد میں مرے ہیں (کوئی پرسانِ حال نہیں!) برطانیہ میں بھی گوروں سے دوگنی تعداد میں افریقی، پاکستانی اور بنگلہ دیشی مرے ہیں۔ فرانس کے اقلیتی علاقوں میں بھی وائرس سے موت کے گھنے سائے پھیلے ہوئے ہیں۔ امریکا اور دنیا بھر میں مظاہرے فلوئیڈ کی موت کے لمحے لمحے کو دوہرا رہے ہیں۔ شہروں میں ہزارہا مظاہرین سڑک پر الٹے لیٹے ہاتھ پیچھے بندھے فلوئیڈ کی موت کا منظر دکھا رہے ہیں۔ ہر جگہ بینرز پر لکھا ہے۔ 'میں سانس نہیں لے سکتا'.......... 'میرا دم گھٹ رہا ہے'۔ فنکاروں نے 8 منٹ 46 سیکنڈ کے لیے بلیک آؤٹ کیا۔

ایسے میں امریکی صدر نے تکبر اور سفید فام بالادستی کا نمائندہ ہونے کی حد کر دی۔ مظاہرین کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے لیے ٹویٹر پر مسلسل تکلیف دہ جملے لکھے۔ جبکہ 40 شہروں میں رات کا کرفیو لگا ہے (جو روزانہ توڑا جا رہا ہے) 100 شہروں میں لوگ اپنی جانوں، کورونا کے خوف سے بے پروا ہو کر بغاوت کی کیفیت میں ہیں۔ ٹرمپ نے ایسے میں فوج بلانے، ٹینک چڑھانے کی دھمکی دے ڈالی جسے بمشکل تمام وزیر دفاع نے سنبھالا دیا۔ ٹرمپ نے مشتعل مظاہرین کی جلتی پر تیل ڈالنے کو وائٹ ہاؤس سے نکل کر چرچ پیدل جا کر وہاں بائیبل لہرا کر فوٹو کھنچانے کی خاطر ہجوم پر ربڑ کی گولیاں اور آنسو گیس برسوا دی۔ اس واقعے پر غم و غصے کی نئی لہر دوڑ گئی۔ ٹرمپ نے ٹویٹر پر جملہ اچھالا: 'لوگوں نے میری یہ واک پسند کی'! وزارتِ دفاع کے اہم مشیر جیمز ملر نے اس واقعے پر استعفاء دے دیا، وزیر دفاع اور جوائنٹ چیف آف سٹاف پر تنقید کرتے ہوئے کہ وہ دونوں ٹرمپ کے اس (بے حکمت، غیر سنجیدہ) تصویر کشی تماشے میں ہمراہ رہے! ٹرمپ کو روکا کیوں

نہیں۔ اس کا حلف آئین سے وفاداری اور اس کے تحفظ کا تقاضا کرتا ہے۔ واشنگٹن ڈی سی میں کرفیو کے باوجود رات گئے تک مظاہرین نعرہ زن رہے۔ نیشنل گارڈ کی بھاری نفری وائٹ ہاؤس کے گرد موجود تھی۔ ہیلی کاپٹر بھی سر پر تھے۔ آدھی رات کے بعد آنسو گیس بھی برسائی گئی۔ مصر میں عرب بہار کے بعد کے مناظر آج امریکا میں نظر آرہے ہیں۔

2013ء میں رابعہ عدویہ سکوائر میں 85 ہزار مظاہرین جو مرسی کی مقبول حکومت کا تختہ الٹنے کی فوجی کارروائی کے خلاف احتجاج کے لیے اکٹھے ہوئے۔ ان پر بلڈوزر، گن شپ ہیلی کاپٹر، بکتر بند گاڑیاں، سینکڑوں فوجی اتر آئے۔ حالیہ انسانی تاریخ میں (نہایت پُرامن منظم، قانون کے دائرے میں) مظاہرین کا سب سے بڑا قتل عام ایک دن میں کیا گیا۔ (فرق مصر اور امریکا کا یہ ہے کہ مسلمانوں پر سیسی جیسے جلادوں کو قتلِ عام انہوں نے سکھایا ہے۔ خود وہ ربڑ گولیوں پر رک جاتے ہیں) مہا منافق سیسی مسلمان ہونے کے پردے میں وہ کرتا ہے جو کافر کے لیے ممکن نہیں۔ مصر میں ایک ہزار شہید کیے، چار ہزار زخمی ہوئے، دو درجن خواتین بھی قتل ہوئیں۔ ہزاروں گرفتار ہوئے۔ قطار اندر قطار نوجوانوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے۔

امریکا میں 1968ء کے مارٹن لوتھر کنگ (سیاہ فام لیڈر) کے قتل کے بعد بھڑکنے والی آگ ہی کی طرح اس وقت بھی حالات نہایت مخدوش ہیں۔ امریکا کی سرکردگی میں یورپ و دیگر مغربی اقوام کا بالا و برتر نسل ہونے کا گھمنڈ چار صدیوں کی تاریخ پر محیط ہے۔ اس کا تاریک ترین باب 1619ء میں 20 قیدیوں (افریقی غلاموں) کو لے کر ورجینیا میں لنگر انداز ہونے والے بحری جہاز سے شروع ہوتا ہے، جہاں سے افریقی امریکیوں کی کہانی شروع ہوئی۔ سوا کروڑ افریقی مرد عورتیں بچے غلامی کی اس تجارت میں جھونکے گئے۔ یہ نرا مال تجارت تھے۔

یورپ کے ممالک نے بھی اس جبری نقل مکانی کی بہتی گنگا میں خوب ہاتھ دھوئے۔ وہاں سے شروع ہونے والی یہ کہانی آسیب کی مانند مختلف ادوار سے گزرتی خطوں اور اقوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑتی آج 2020ء میں آن کھڑی ہے۔ ظلم و جبر کے حربے بدلتے رہے۔ استحصالی سامراجی قوتوں نے براہ راست کالونیاں بنانے کی بجائے دوسری جنگِ عظیم کے بعد ریموٹ کنٹرول غلامی کا طریقہ رائج کیا۔ ٹوڈیوں کاسہ لیسوں کو حکومتیں تھمائیں۔ 2001ء کے بعد مسلم دنیا پر کیا بیتی؟ امریکی پولیس مین کا گھٹنا جس طرح فلوئیڈ کی گردن دبوچے رہا اور باقی تین پہرہ دیتے رہے۔ یہی داستان ہر ملک میں ان کی فوجوں، ریمنڈ ڈیوسوں کی مقامی السیسی، بشارالاسد نما گماشتوں کی رہی ہے۔ امریکی عوام ووٹ دے دے کر انہی بدمعاشوں کو دنیا تباہ کرنے کو بار بار گلوبل ولیج پر مسلط کرتے رہے سو اب سبھی بھگتان دے رہے ہیں!

وہ سب کچھ جس کی ہم ریموٹ کنٹرولڈ غلام قومیں ان کے گھٹنے تلے دبے، سسکتے مرنے کی دو صدیوں میں عادی بنائی جا چکیں، اب امریکی عوام کو اس کا سامنا ہے۔ غلام دنیا ایک طرف جنگوں میں اسی امریکی کردار تلے پس رہی ہے۔ نیز گورے نے آزاد کردہ کالونیوں میں ایسا ہی بے رحم اندھا بہرا نظام انصاف پیچھے چھوڑا ہے۔ راؤ انور کے 460 قتل اسی کی ایک مثال ہیں جعلی مقابلوں میں۔ وہاں بھی گھٹ گھٹ کر جینے والے سیاہ فام چار صدیوں سے بہت کچھ سہتے رہے۔ اب میڈیا حیرت زدہ چلا رہا ہے کہ پولیس ہم پر ٹوٹ پڑی۔ صحافیوں پر مختلف شہروں میں 100 سے زیادہ مرتبہ حملہ آور ہوئے ہیں۔ ربڑ گولیاں، مرچوں کا چھڑکاؤ ان (لاڈلوں) کو بھی دیکھنا سہنا پڑا۔ بتانے پر کہ ہم میڈیا سے ہیں، پولیس نے کہا: ہمیں پروا نہیں! اداکار، موسیقار بھی مظاہروں میں شریک ہوئے۔ ایک نے مائیک پکڑ کر کہا: 'امریکا (سیاہ فاموں کے خلاف) نسل پرستی کی بنیاد پر بنا ہے، قتل عام کی بنیاد پر بنا ہے۔ جب تم امریکا کی بات کرو تو یہ نہ بھول جانا'

کچھ عرصہ پہلے ایسے ہی ایک سیاہ فام (مسلمان) آربری احمد کو جاگنگ کرتے کو گولی ماردی، اس وہم پر کہ وہ چور ہے! جب وہ مر گیا تو کہا کہ اوہو! غلط فہمی ہوگئی۔ کوئی گرفتاری نہ ہوئی۔ ہلچل اس وقت ہوئی جب اس کی وڈیو پوسٹ ہوئی اور شور مچا۔ یہ ہے سیاہ فام خون کی قیمت! یہ بھی اب سوشل میڈیا کی بدولت۔ ورنہ کہانی ہمیشہ خون خاک نشیناں کے رزق خاک ہونے ہی کی ہوتی رہی۔ اب غیر متوقع طور پر جو یہ لاوا پھٹ پڑا تو امریکا گھٹنوں کے بل جھک جھک کر معافیاں بھی مانگ رہا ہے۔ ہزار ہا نکل کر احتجاج کناں ہیں تاکہ افریقی امریکی، گوروں کو ہمراہ دیکھ کر ٹھنڈے پڑ جائیں۔ ہوسٹن میں جہاں وہ پلا بڑھا اور دفن ہونے کو ہے، وہاں 60 ہزار نے مظاہرہ کیا۔ لاس اینجلس میں جہاں احتجاج شدید ہے، پولیس افسران اور میئر نے گھٹنوں کے بل جھک کر مظاہرین کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیا۔ گویا امریکا نے گھٹنے ٹیک دیے، اس ایک ظلم و جبر بھرے گھٹنے کے عوض جس نے فلوئیڈ کی جان لے لی تھی۔ میئر لاس اینجلس نے پورا پہاڑا پڑھ دیا، سٹی ہال میں تقریر کرتے ہوئے: 'سیاہ فام موت کے گھاٹ نہیں اتارا جانا چاہیے، نہ وہ بے گھر اور بے در ہو، نہ وہ مریض ہو، نہ بے روزگار اور نہ کم تعلیم یافتہ! (گویا اس نے سیاہ فام کی کس مپرسی کا خود ہی اقرار کرلیا کہ وہ کس حال میں رکھے گئے ہیں نسل در نسل۔) تاہم لوگ ٹھنڈے نہ ہوئے۔ اس کے گھر کے باہر 200 مظاہرین اکٹھے ہوگئے، جانے سے انکاری رہے اور گرفتار کر لیے گئے۔

جمہوریت کی خدائی والے امریکی عوام نے اپنے ووٹوں سے انہیں منتخب کرکے پورے گلوبل ولیج پر بے لگام چھوڑ رکھا تھا۔ تمہاری فوجوں نے افغانستان، عراق، شام، یمن میں جو بویا، وہ ذائقہ اب تم چکھ رہے ہو۔ ہر جگہ مقامی آبادیاں جارج فلوئیڈ تھیں اور گردن دبوچنے والے ہائی ٹیک (سفید فام برتری والی فوجوں کے) درندے تھے۔ جنہوں نے اپنی 'تہذیب' کا ثبوت افغانستان میں تصویریں کھچواتے شہداء کی لاشوں پر بول و براز کرکے دیا۔ کتنے ہی واقعات میں افغان لڑکوں کی انگلیاں کاٹ کر یادگار کے طور پر ساتھ لے جانے کو رکھیں۔ کچھ نے تحفتاً اپنے دوستوں کو بھجوائیں۔ لاشوں کی بے حرمتی تو آئے دن کا کھیل تھا۔ وحشت کی ساری حدیں تو عراق، ابوغریب جیل میں توڑیں۔ نہ صرف قیدیوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے بلکہ اپنے ہولناک جرائم کی ہر جگہ فخریہ وڈیوز اور ہزاروں کی تعداد میں تصاویر بنائیں۔ 2003ء کے اواخر میں دنیا کے سامنے آئیں تو امریکی وحشی درندے دیکھ کر دنیا گنگ رہ گئی۔ برہنگی فرائڈ کے تربیت یافتہ ان بدقماشوں کی پسندیدہ سزا تھی۔ جو کچھ انہوں نے کیا کوئی مہذب قلم اسے تحریر کرنے سے قاصر ہے۔

امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ کو جب اس پر لعن طعن ہوئی تو آئیں بائیں شائیں کے سوا کچھ نہ تھا۔ کسی کو حقیقی معنوں میں سزا نہ ہوئی۔ یہ ضرور ہے کہ خود سزائیں برسانے والوں میں سے کچھ نے اعتراف پریس میں کیے۔ ابوغریب اور فلوجہ کا ایک تفتیش کار جو پہلے امریکی فوج اور پولیس میں کام کر چکا تھا، ایرک فیئر نے یادداشتیں لکھیں۔ 'نتائج' کے عنوان سے وہ کہتا ہے کہ ہم نے قیدیوں کو جو جسمانی، جذباتی، نفسیاتی اذیتیں دے کر تباہ کیا، انہیں سزاؤں اور نیند سے محرومی کا نشانہ بنایا، بعد ازاں خود بھی ہم اسی کا سامنا کرتے ہیں۔ جن سزاؤں

کو میں خود ڈیڑھ منٹ برداشت نہ کرسکوں اس میں قیدیوں کو تادیر مبتلا رکھتے ہیں۔ یہی مکافاتِ عمل ہے جس کے نتیجے میں امریکی افغانستان، عراق سے ذلیل ورسوا ہوکر نکلے۔ پیمپر پہنے امریکی فوج نے! خودکشیاں بے حساب ہوئیں، دماغی توازن کھو بیٹھے، کتنی بڑی تعداد پاگل یا معذور ہوکر امریکا لوٹی۔ آخر کو قطار اندر قطار امریکی پرچم میں لپٹے تابوت گئے۔ کہانی یہاں ختم کیسے ہوجاتی۔ امریکی حکومت اور فوج کے جرائم میں گلوبل ولیج کے چودھریوں کے عوام بھی برابر کے حصے دار ہیں جو مسلسل 19 سال انہیں دنیا پر ہائی ٹیک موت بے رحمانہ برساتے دیکھتے رہے۔ کون سا جنگی ہتھیار تھا جو ہم مسلمانوں پر نہ آزمایا گیا۔ روہنگیا، شامی اجڑے، سمندروں میں رلتے مرتے رہے۔ تم ساحلوں پر دادِ عیش دیتے ہے!

کشمیری جس کرفیو کی بھینٹ چڑھے، اب لاک ڈاؤن کے بعد کرفیو کا تمہیں بھی سامنا ہے۔ ٹرمپ اب یہ کہہ کر افغانستان سے فوج نکال رہا تھا کہ دنیا میں پولیس بننا ہمارا کام نہیں۔ یعنی کیا یہ کہ ابھی ہماری پولیس کے سفید فام بالادستوں کو امریکی کالے پار کرنے کا (درپردہ انتخابی ایجنڈا) کام پورا کرنا ہے؟ ٹرمپ کی ٹوئٹس اور بدن بولی کا سفید فام تکبر اس کی تائید وتصدیق کرتا ہے۔ خود اپنے ہاں پاکستان میں مشرف دور سے ہم نے فلوئیڈ کے قاتلوں والے رویے اور مناظر مسلسل دیکھے ہیں۔ ایسے ہی ایک واقعے میں اسلام آباد سپریم کورٹ کے سامنے شاہراہ دستور پر بغیر نمبر پلیٹ، کالے شیشوں والی امریکی گاڑی قانون شکنی پر روکی گئی تو ڈی ایس پی پر تھپڑ گھونسے امریکیوں نے برسا دیے۔ مزید پولیس آئی تو وزیر داخلہ کی طرف سے مداخلتی فون نے انہیں صاف چھوڑ دینے کا حکم جاری فرمادیا۔

پاکستانیوں پر گاڑیاں چڑھا کر ٹریفک قوانین توڑتے دندناتے نکل جانا تو معمول ہی تھا ان عالمی غنڈہ گرد پلسیوں کا! ریمنڈ ڈیوس کسے یاد نہیں! سابق امریکی فوجی، سی آئی اے کا کنٹریکٹر، بلکہ اسٹیشن چیف 27 جنوری 2011ء میں ہمارے دو افراد کو تابڑ توڑ فائرنگ سے دن دہاڑے قتل کرکے، اس کی وڈیو بنا تصاویر کھینچ کر، غیرقانونی اسلحے سے لیس صاف نکل گیا۔ اس کی مدد کو آنے والی گاڑی نے مزید قوانین کی دھجیاں اڑائیں، ایک اور راہ گیر کو گاڑی تلے روندا اور خود بچ نکلے۔ صرف دیت ادا کرکے چاروں پانچوں امریکی قاتل عزت آبرو سے یوں امریکا بھیج دیے گویا کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ ستم ظریفی یہ کہ دیت متکبر امریکا کے مجرموں نے نہیں، ہمی نے ادا کی! باوجودیکہ ریمنڈ ڈیوس ڈرون حملوں میں ملوث تھا۔ اس کے قبضے سے برآمد شدہ سامان میں پاکستان دشمن سرگرمیوں کے شواہد، ممنوعہ علاقوں کی تصاویر تک برآمد ہوئیں۔ مگر ہم نے مرنجاں مرنج بنے اسے سفارت کار نہ ہوتے ہوئے بھی پورے سفارتی اعزاز کے ساتھ چارٹرڈ طیارے پر امریکا بھجوایا۔ فلوئیڈ کے قاتلوں پر جب چشم پوشی کی کوشش ہوئی تو عوام غم وغصے سے جل اٹھے اور یہی جلتی پر تیل کا سبب بنا! یہی فرق ہے آزاد امریکی شہریوں اور ہم دیسی غلاموں کے رویوں بیچ۔

آج یہ جو ہمارے محبان امریکا، انگریزی برانڈ سیکولر، امریکی قوم کو سراہنے میں قلابے ملا رہے ہیں زمین آسمان کے، پاکستان میں گورے کی کالی کرتوتوں پر گونگے شیطان بنے رہے۔ امریکی سفارت خانے کی شرابیں اڑاتے رہے۔ آج ایک امریکی کی موت پر ضمیر کی چیخ وپکار سنائی دے رہی ہے؟ پوری مسلم دنیا کی گردن دبوچنے والی امریکی فوج کو دیسی غلام سلامیاں پیش کرتے رہے۔ شام کھنڈر بن گیا۔ بچوں کی قطار اندر قطار لاشوں کے مناظر فلسطین شام میں عالمی میڈیا یورپی ڈھٹائی سے دکھاتا بھی رہا، کوئی آنکھ نم نہ ہوئی! قاتل پولیس والوں کے لیے مکافاتِ عمل کا ایک امکان یہ ابھی باقی ہے کہ فلوئیڈ پوسٹ مارٹم میں کورونا پوزیٹو تھا! پولیس والے کے گھٹنے پر کورونا چڑھ گیا ہوا تو ایک سزا تو لاگو ہوجائے گی۔ (جاری ہے)

دعائے صحت کی اپیل

☆ قرآن اکیڈمی، لاہور کے سینئر کارکن آزاد خان بیمار ہیں۔

☆ مکتبہ خدام القرآن لاہور کے کارکن عبدالمتین مجاہد بیمار ہیں۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے معتمد شوکت حسین انصاری کا چھوٹا بھائی شدید بیمار ہے۔

برائے عیادت: 0322-6187858

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

ضرورت رشتہ

☆ جٹ گوندل فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 36 سال، حافظِ قرآن، دینی تعلیم، متحدہ عرب امارات میں رہائش پذیر کو عقدِ ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ بیوہ، طلاق یافتہ (بغیر بچوں کے) یا بانجھ قابلِ ترجیح۔

برائے رابطہ: 00971-553013392 (وٹس ایپ)

☆ حیدرآباد، لطیف آباد میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی کام، امورِ خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0346-3814735

☆ سی ایس پی آفیسر، عمر 30 سال، قد 5 فٹ 10 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے نیک، مناسب قد، ترجیحاً لیکچرر، ڈاکٹر، سی ایس پی آفیسر، عمر 20 تا 30 سال لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0306-5678741
0309-8262260

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے رفیق جناب عبدالخالق وفات پاگئے۔

برائے تعزیت (بیٹا): 0307-7465006

☆ شعبہ مطبوعات کے کارکن یاسر محمود کے سسر وفات پاگئے۔

☆ حلقہ لاہور غربی، چوہنگ کے نقیب جناب محمد خوشنود احمد کی خوشدامن وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

غصب و خیانت

ابو عبداللہ

مسلم شریف کتاب المساقات میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا۔‘‘

حدیثِ مبارکہ آپ نے لاحظہ فرمائی۔ اس حدیثِ پاک میں حق و انصاف سے روگردانی کرنے اور زور زبردستی کسی کا حق چھیننے کے حوالے سے سخت وعید بیان ہوئی ہے۔ تاریخ انسانی گواہ ہے کہ زن، زر اور زمین ایسی چیزیں ہیں کہ جو ازل سے فساد کا سبب رہی ہیں اور ان کے حصول کے لیے انسان تمام حدود و قیود پار کر جاتا ہے۔

اسلام ہمیں جو ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہے وہ زندگی میں انجام دیئے جانے والے ہر چھوٹے بڑے عمل کے حساب اور جواب دہی کا مکلف بھی بناتا ہے۔ نہ صرف امانت و دیانت اور باہمی محبت و رواداری کی تعلیم دیتا ہے بلکہ خیانت اور غاصبانہ رویّوں کی مذمت بھی کرتا ہے۔ مسند احمد اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی طبیعت و فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی مکرم ﷺ نے منافق کی جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں خیانت بھی ان میں سے ایک ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب اسے کسی چیز کا امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔‘‘

انسان عام طور پر عورت، دولت اور زمین جائیداد کے حوالے سے ہوس کی گرفت میں رہتا ہے اور جب یہ ہوس بڑھتے بڑھتے انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو اس کی دنیا اور آخرت برباد کر دیتی ہے۔ مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں غاصبانہ انداز میں صرف بالشت بھر زمین کے ہتھیانے پر سات زمینوں کے طوق کو گردن میں ڈالنے کی وعید ہے۔ غور فرمایئے کہ بالشت بھر زمین کی حقیقت ہی کیا ہے۔ چار دن کی یہ زندگی اگر ہم ظلم اور زور و جبر کے ساتھ گزاریں گے تو ہمیشہ رہنے والی زندگی کو اذیت ناک بنالیں گے۔ ہماری اُخروی زندگی بہت تلخ اور تکلیف دہ ہوگی جب کہ ہم اہل ایمان کی زندگی تو درحقیقت آخرت ہی کی زندگی ہے۔ کون ہے جو جنت میں جانا نہیں چاہتا لیکن غور فرمایئے کہ کیا ہم دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول میں سنجیدہ ہیں۔ اگر ہاں تو پھر اپنے اعمال کی درستگی اور اصلاح کی فکر کیوں دامن گیر نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو واجب کر دیا ہے اور جنت اس پر حرام کر دی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا ’’یارسول اللہ! اگر چہ وہ کوئی معمولی چیز ہی ہو؟‘‘ فرمایا ’’اگر چہ پیلو کے درخت کی ایک لکڑی ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

نبی مکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا ’’پس تم لوگ اپنے اوپر ظلم و زیادتی نہ کرو‘‘ اور اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بھائی کی کوئی چیز کسی شخص کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ خوش دلی کے ساتھ نہ دے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا سبب ہوگا۔‘‘ بخاری شریف کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’جس نے اپنے بھائی پر ظلم کیا ہو، آبرو ریزی کر کے یا کسی اور طرح تو وہ آج اُس سے بری ہو جائے۔ اُس دن سے پہلے جب کہ اس کے پاس نہ اشرفی ہوگی نہ روپیہ۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو ظلم کی مقدار کے موافق لے لی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے۔‘‘

جامع ترمذی کی حدیثِ مبارکہ ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ’’جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

اہل ایمان کے لیے اس حدیثِ پاک میں انتہائی سخت وعید ہے کہ کسی کی چیز کا چھیننے والا اور غصب کرنے والا رسول اللہ ﷺ کی جماعت اور آپ ﷺ کے لوگوں میں سے نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ جس کو آپ ﷺ نے خود سے الگ اور دور فرما دیا وہ کس قدر محروم اور بدبخت ہے۔

خالق کائنات نے انسانی ضروریات و احتیاجات کے پیش نظر روزِ ازل ہی سے انبیاء علیہم السلام کی صورت میں ہدایت و رہبری کا سامان فرمایا اور یہ سلسلہ نبی مکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات تک آتا ہے۔ اس سلسلے کے توسط سے مالک و معبود کی ذات و صفات، توحید و آخرت اور ایمان و یقین کی بابت رہبری کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاشرت، صنعت و تجارت، محنت مزدوری اور معاشی معاملات کے بارے میں بھی انسانوں کی رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہ اصول اور طریقے نہ صرف انسانی عظمت و شرافت سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ ان میں انسانوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و کامرانی کا سامان موجود ہے۔

متذکرہ حدیثِ مبارکہ میں کسی کی چیز کو غصب کرنے کی بابت رہبری فرمائی گئی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت میں اسے خرید و فروخت یعنی بیع و شراء کہا جاتا ہے اور اگر اجرت، کرایہ یا معاوضہ دے کر کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کر کے واپس لوٹا دی جائے تو اصطلاح میں اسے ’’عاریت‘‘ کہتے ہیں اور یہ سب صورتیں جائز اور درست ہیں لیکن اگر کسی کی کوئی مملوکہ چیز اس کی مرضی کے بغیر زبردستی اور ظالمانہ طریقے سے حاصل کی جائے تو شرعی اصطلاح میں اسے ’’غصب‘‘ کہتے ہیں اور اس بارے میں نبی پاک ﷺ کے بے شمار ارشادات کتب احادیث کے صفحات میں بکھرے ہوئے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ کے ان ارشاداتِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہم ظلم و جبر سے باز رہیں اور غاصبانہ انداز اور روش چھوڑ دیں، اس طرح نہ صرف اپنی دنیا بلکہ آخرت کو بھی سنوارنے کا اہتمام کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم و جبر اور غصب سے باز رہنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کورونا وائرس، عالمی معیشت اور WHO کا کردار

پروفیسر حافظ ظفر احمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیلی کالج آف کامرس، لاہور

کورونا وائرس کا طوطی پوری دنیا میں سر چڑھ کر بول رہا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ کورونا وائرس کا خوف عالمی معیشت کو نگلنے کے لیے تیار بیٹھا ہے۔ یو این او کی ٹریڈ اینڈ ڈویلپمنٹ ایجنسی کے مطابق دنیا کی سٹاک مارکیٹس میں سرمایہ داروں کے 6 ہزار ارب ڈالر ڈوب چکے ہیں۔ سال 2018ء میں عالمی معیشت کو 2 ہزار ارب ڈالر کا دھچکا لگے گا اور عالمی معیشت میں جی ڈی پی گروتھ ریٹ دو فیصد سے کم رہنے کا امکان ہے۔

ڈی ویلیو کی رپورٹ کے مطابق کورونا وائرس سے نمٹنے کے لیے مختلف ممالک کثیر رقم مختص کر رہے ہیں۔ جرمنی نے 101 ارب ڈالر، سپین 219 ارب ڈالر، پرتگال 10 ارب ڈالر، فرانس 50 ارب ڈالر، انگلینڈ 14.5 ارب ڈالر، امریکہ 104 ارب ڈالر، کینیڈا 56.4 ارب ڈالر، آسٹریلیا 11 ارب ڈالر اور ترکی نے 15.4 ارب ڈالر مختص کیے ہیں۔ پاکستان نے بھی 8 ارب ڈالر کی خطیر رقم اس مقصد کے لیے مختص کی ہے۔ خطیر رقم اس لیے کہا جا رہا ہے کہ پاکستان کا جی ڈی پی 300 ارب ڈالر ہے اور یہ 8 ارب ڈالر کی رقم پاکستان کے جی ڈی پی کا 2.67 فیصد بنتی ہے اور یاد رہے کہ پاکستان اپنے بجٹ کا 1.8 فیصد تعلیم پر خرچ کرتا ہے۔

سوشل میڈیا پر بھی کورونا وائرس کے بارے میں مختلف آراء آتی رہیں۔ کچھ لوگوں نے اس سے احتیاط برتنے کا کہا اور امید افزا باتیں کیں لیکن بدقسمتی سے ایسے لوگوں کی تعداد شروع میں تو کم تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ دوسری طرف کچھ لوگوں نے کورونا وائرس سے بیمار ہونے والے اور پھر تنہائی میں رہنے اور پھر مرنے کی ایسی بھیانک منظر کشی کی کہ لوگ کرونا سے ڈرنے کے بجائے اس کے خوف میں اس بری طرح مبتلا ہو چکے ہیں کہ شاید کرونا کے ختم ہونے کے بعد بھی یہ خوف کی فضا کتنے عرصہ تک باقی رہے گی۔ ماہر نفسیات بھی یہ بات کہہ رہے ہیں کہ خوف ہماری قوت مدافعت کو بہت کم کر دیتا ہے اور کوئی بھی بیماری مریض کو موت کے منہ میں لے جاتی ہے۔ اور تو اور WHO نے بھی اپنی روزانہ کی رپورٹ میں متاثرہ افراد اور اموات کی تعداد بتا کر خوف تو پھیلایا لیکن یہ بتا کر کہ 20 لاکھ افراد میں سے 12 لاکھ افراد ٹھیک بھی ہو چکے ہیں امید کی کوئی کرن روشن نہیں کی۔

چائنہ کے شہر ووہان میں جب کورونا وائرس حملہ آور ہوا تو چائنہ نے لاک ڈاؤن کر کے اس پر قابو پایا۔ چین امریکہ کے بعد دوسری بڑی معاشی طاقت ہے اور اس کا جی ڈی پی 13 ہزار ارب ڈالر ہے۔ چین کی فی کس آمدنی 10.100 ڈالر سالانہ ہے۔ چین نے دو کروڑ افراد کو لاک ڈاؤن کیا اور انہیں ضروری سامان فراہم کیا۔ چین یہ سب کچھ کر سکتا تھا اور معیشت یہ بوجھ برداشت کر سکتی تھی لیکن جب یہ بوجھ دوسرے ملکوں پر پڑا تو وہ کچھ دیر برداشت کر سکے لیکن جلد ہی انہیں اپنی معیشت کا پہیہ دوبارہ چلانا پڑ گیا مثلاً سپین نے 18000 اموات کے ساتھ کاروبار زندگی چلانے کا فیصلہ کر لیا۔ ڈنمارک نے 300 اموات کے ساتھ لاک ڈاؤن ختم کر دیا۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے جب لاک ڈاؤن ختم کرنے کا فیصلہ کیا تو عالمی قوتوں نے اسے یہ فیصلہ واپس لینے پر یہ کہہ کر مجبور کر دیا کہ امریکہ میں 20 لاکھ اموات کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ بورس جانسن نے جب ہرڈ امیونٹی کی بات کی اور لاک ڈاؤن سے انکار کیا تو عالمی طاقتیں پھر سرگرم ہوئیں امپیریل کالج کے پروفیسر نیل فرگوسن نے تنبیہ کی کہ برطانیہ میں اڑھائی لاکھ سے لے کر 5 لاکھ ہلاکتیں ہو سکتی ہیں۔ جب بورس جونسن نے لاک ڈاؤن کر دیا تو اسی پروفیسر نے کہا کہ میرا حساب ٹھیک نہ تھا اور لاک نہ کرنے کی صورت میں ہلاکتیں 20 ہزار ہو سکتی تھیں۔ برطانیہ اور سپین کے اندر ایک بہت بڑا حلقہ ابھی بھی یہ کہہ رہا ہے کہ یہاں ہونے والی 99 فیصد اموات کا سبب خوف اور دوسری بیماریاں ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں لاک ڈاؤن اور ہر طرح کی پابندیوں کے باوجود نہ تو اموات کم ہو رہی ہیں اور نہ ہی نئے کیسز میں کوئی کمی آ رہی ہے۔

دوسری طرف بیلاروس کے وزیر اعظم نے ہر قسم کا دباؤ مسترد کرتے ہوئے کاروبارِ زندگی جاری رکھا۔ میلے بھی کروائے۔ فٹ بال میچ بھی کروائے اور اس کے باوجود بیلاروس میں اموات کی تعداد 16 اپریل تک 36 ہے اور متاثرہ افراد کی تعداد 3728 ہے۔ سویڈن نے شروع دن سے سکول کھلے رکھے اور کاروبار زندگی جاری رکھا لیکن عوام کی رہنمائی کی اور انہیں کہا کہ گھر پر رہیں۔ کسی کو مجبور نہیں کیا بلکہ آگاہی مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سویڈن میں یہ خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس سے بچنے کا حل یہی ہے کہ عوام میں شعور اجاگر کیا جائے اور انہیں یہ احساس دلایا جائے کہ گھر سے باہر نکلنا ان کے لیے خطرناک ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ انہیں بے جا خوف میں مبتلا نہ کیا جائے۔ سویڈش حکام کا کہنا ہے کہ یہ رویہ عوام میں قوت مدافعت بڑھانے کا سبب بن رہا ہے۔ اگر کسی میں کورونا کی علامات ظاہر ہوں تو اسے گھر پر رہنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ WHO کی 16 اپریل کی رپورٹ کے مطابق سویڈن میں متاثرہ افراد کی تعداد 11927 جبکہ اموات کی تعداد 170 ہے۔

کیا کورونا وائرس اتنا ہی خطرناک ہے کہ اس نے عالمی طاقتوں سمیت ساری دنیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے یا اس کے در پردہ کوئی اور مقاصد ہیں۔ لندن رئیل کو انٹرویو دیتے ہوئے ڈیوڈ آئیکی نے کہا کہ یہ وائرس ہے ہی نہیں بلکہ یہ SG ٹیکنالوجی کے ٹیسٹ سے نمودار ہونے والی کچھ شعاعیں ہیں جس سے یہ بیماری پھیل رہی ہے۔ ڈیوڈ آئیکی نے یہ بھی کہا کہ آنے والے دنوں میں SG ٹیکنالوجی کو 60 GHz پر ٹیسٹ کیا جانا ہے جس سے خدشہ ہے کہ فضا سے آکسیجن ختم ہو جائے گی اور بلاوجہ اموات ہونا شروع ہو جائیں گی۔ ڈیوڈ آئیکی کا یہ بھی کہنا تھا کہ کورونا وائرس کی تشخیص کے لیے کیا جانے والا ٹیسٹ RTPCR بنیادی طور پر کورونا وائرس کے لیے

مناسب ٹیسٹ نہیں ہے کیونکہ اس کے موجد کیری مولس نے بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ جینیٹک میٹریل کا ٹیسٹ ہے اور یہ وبائی اور متعدی بیماریوں کی تشخیص نہیں کر سکتا۔ ڈیوڈ آئیکی کے اس بیانیہ کی تائید انڈیا کے ڈاکٹر امر آزاد نے بھی کی۔ ڈاکٹر امر آزاد نے کہا کہ RTPCR میں دو فیصد غلطی کا امکان ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر آپ چار ہزار ٹیسٹ کرتے ہیں تو اس نے 80 ٹیسٹ کا نتیجہ مثبت دینا ہی ہے۔ ڈاکٹر امر آزاد مزید کہتے ہیں کہ پوری دنیا میں سالانہ ایک کروڑ ستر لاکھ لوگ متعدی بیماریوں سے مرتے ہیں جو کہ روزانہ کی بنیاد پر پچاس ہزار بنتے ہیں پوری دنیا میں موسم کے بدلنے کے ساتھ دس فیصد آبادی نزلہ زکام سے متاثر ہوتی ہے۔ اس میں سے ایک فیصد ہسپتال جاتے ہیں اور اس ایک فیصد میں سے دس فیصد فوت ہو جاتے ہیں۔ اگر امریکہ کی بات کی جائے تو اس کی آبادی 35 کروڑ ہے اس میں سے تین کروڑ پچاس لاکھ نزلہ زکام میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھر تین لاکھ پچاس ہزار ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں سے 35 ہزار اموات ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر امر آزاد کے مطابق کورونا وائرس کوئی جان لیوا مرض نہیں ہے لیکن WHO نے اسے جان لیوا بنا کر پیش کر کے خوف و ہراس کی فضا پیدا کر دی ہے۔ WHO نے کبھی بھی قوت مدافعت کو بڑھانے کے لیے اقدامات نہیں کیے بلکہ WHO ٹیسٹنگ کٹس، ویکسین اور Antibiotic کی طرف جاتا ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے بھی WHO پر کڑی تنقید کرتے ہوئے اس کی فنڈ بھی روک دی ہے۔

انسان کی قوت مدافعت کسی بھی بیماری یا وائرس سے بچاتی ہے اگر قوت مدافعت بہتر ہو تو بڑی سے بڑی بیماری سے بھی بچا جا سکتا ہے ورنہ کوئی چھوٹا سا وائرس بھی آپ کو موت کے منہ میں لے جا سکتا ہے۔ عوام کو اس وائرس اور تنہائی کے خوف میں ڈال کر اور قوت مدافعت کم کرنے کی بجائے ان کی راہنمائی کی جائے اور احتیاطی تدابیر اختیار کر کے کاروبار زندگی کو آہستہ آہستہ معمول پر لایا جائے کیونکہ وائرس سے مرنے کے امکانات 2 فیصد سے بھی کم ہیں جبکہ بھوک سے مرنے کے امکانات 100 فیصد ہیں۔

تنظیمِ اسلامی

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

قرآن اکیڈمی (لاہور، کراچی، فیصل آباد، ملتان اور اسلام آباد) کے بعد امسال

دار الاسلام، مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ چوہنگ لاہور میں

رُجوع الی القرآن کورس

کا آغاز کیا جا رہا ہے

دورانیہ : 9 ماہ

اہلیت: انٹرمیڈیٹ (مرد و خواتین)

یہ کورس بنیادی طور پر جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لیے ترتیب دیا گیا ہے جو اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی گرامر سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں، اس کورس کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔

نصاب

1 عربی گرامر (صرف و نحو)
2 ترجمہ و ترکیب قرآن (مع تفسیری توضیحات)
3 سیرت النبی ﷺ
4 قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
5 فکرِ اسلامی
6 حدیث و اصطلاحات حدیث
7 بنیادی فقہی مسائل
8 تجوید و ناظرہ
9 خصوصی محاضرات

(مبادیات و تعارف اقبالیات، تاریخ اسلامی، فلسفہ، فکرِ جدید، سیاسیات، سوشیالوجی، اسلامی معاشیات وغیرہ)

Online رجسٹریشن جاری ہے
tanzeem.org/activities/education/ruju-ilal-quran/

انٹرویو
29 جون 2020 (صبح 08:30 بجے)

ان شاء اللہ
کلاسز کا آغاز 30 جون 2020 (صبح 8:15 بجے)

ایام تدریس: پیر تا جمعہ

اوقات تدریس: صبح 8:15 تا 12:45 بجے

رابطہ: 0300-4201617 (ملک شیر افگن)
(042)35473375-79

● بیرون لاہور رہائش رکھنے والوں کے لئے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے

دار الاسلام مرکز تنظیمِ اسلامی
23KM ملتان روڈ (نزد چوہنگ) لاہور
ای میل: riqc@tanzeem.org
ویب: www.tanzeem.org

The Face of Rebellion:
George Floyd and the Struggle Against Racism

America burns. Its streets are inflamed by an existential rage born of violence, dehumanization and despair. Trampled underfoot of a police jackboot for too long, the oppressed are striking back with a ferocious anger that has simmered for decades. The spark that ignited the mushrooming conflagration is the police murder of George Floyd. The public execution of yet another African-American man by thugs in blue was so routine that the main perpetrator, Derek Chauvin appeared nonchalant as he kneeled on the neck of the helpless Floyd who, pleading for his life, uttered the now infamous words of Eric Gardner, “I can’t breathe.” Floyd lay face down, handcuffed, beneath the weight of three Minneapolis law enforcers who extinguished his life in nine horrifying minutes of sadistic cruelty.

The broadcasting of a cell phone video of the incident ignited a firestorm of protest. The poisonous stench of racism that fouls the American homeland radiated across the country. Weeks earlier, white vigilantes murdered a young Black jogger, Ahmaud Arbery in Georgia, a state whose name evokes the memory of its former governor, George Wallace who once invoked the legacy of Jefferson Davis and the Confederacy to utter the words that epitomize White Supremacy, “segregation now, segregation tomorrow and segregation forever” in the face of a Black rebellion that confronted the system of Southern apartheid during the turbulent year of 1963. The historical memory of that struggle lives on, fed by daily reminders of life in a nation divided for over two centuries by race. Essentially, the owning class in the United States has not figured out what to do with the African population its forefathers had enslaved prior to the signing of the Emancipation Proclamation by Abraham Lincoln in 1863. As they will not grant freedom, they resort to oppression.

With the murder of Floyd, a seething rage that lie coiled beneath the surface of the ‘American Dream’ turned nightmare exploded across a nation with an economy that was shattered by three months of state mandated coronavirus lockdown. The lockdown comes amidst the wreckage of five decades of globalized destruction.

The subsequent rebellion expresses the anger of people who confront a stifling social reality that threatens their very existence, their backs pressed against the proverbial wall by decades of racial injustice. Some insurgents are speaking the language of confrontation and violence to leaders of a government who understand no other vernacular. Others are raising their voices and their fists with African-Americans who refuse to be murdered with impunity. They include many of the nation’s youth who are outraged by systemic brutalization of America’s racial underclass. And there are the voices of those for whom the murder of Floyd was an affront to human dignity and whose minds are tormented by a culture so racist as to inspire dread. The rage playing itself out on the streets of America is a stark display of social rebellion, a convulsive refusal to be targeted, humiliated and murdered by killer cops who are invariably exonerated by racist District Attorneys.

Among its most conscious participants, the protests represent a decisive rejection of a repugnant political system whose leaders lie with impunity so relentlessly as to inspire the very rebellion they seek to diffuse. Among its least politically conscious are the dispossessed who have seized the opportunity to expropriate the material goods they are denied in the ghettos that reek of poverty and desperation.

The neo-colonial system of imperialism replaces the direct enslavement of peoples by colonial administrators and their military apparatus with enslavement of entire countries by free market servitude and debt. The overlords of the system are corporate executives, financiers, hedge fund managers, global investors and economic hitmen.

servitude and debt. The overlords of the system are corporate executives, financiers, hedge fund managers, global investors and economic hitmen. They manage the imperial system on behalf of a corporate plutocracy that owns the world's portfolio. And they continue to abandon a majority of the world's population to an inhuman condition of sub-humanity, as did their colonial predecessors.

It is the state that protects the portfolio of the corporate rich and the state is militarized. The government's heavy-handed response to mass protests graphically reveals its hideous character. The Unites States is a police state. A terror state. A racist state. The police state is operating in full view of its citizens as heavily armed robo-cops, camouflaged U.S. Marshalls and SWAT teams patrol the streets of American cities in armor plated vehicles suitable for war-zones to quell burgeoning protests that are erupting over the murder of George Floyd. Military tactics that include the firing of tear gas, rubber bullets, pepper bullets and flash grenades show a strategy of ruthless suppression U.S. police forces learned from their Israeli counterparts. Twenty-four states and the District of Columbia have called out 62,000 National Guard Troops to repress social protest. Helicopters hover over the mayhem as thousands of peaceful protesters have been brutalized, gassed and arrested by the American Gestapo.

Ominously, on June 1, 2020, Donald Trump threatened to invoke the Insurrection Act of 1807 as the first step in ordering military deployment and declaring martial law. He did so while standing on the well-manicured lawn of the White House Rose Garden. Trump justified his threats by claiming to be a "law and order" president who wanted to protect peaceful protesters. Then he marched across the street to the St. John's Episcopal Church to hold up a bible and pose for photographs. The great muckraking writer Sinclair Lewis is quoted as having said, "When fascism comes to America it will wrapped in a flag and holding a cross." That the streets outside the White House had to be cleared of peaceful protesters for Trump's visit to St. John's by mounted police firing tear gas, rubber bullets and flash grenades illustrates the point that fascism will attack the people while claiming to defend them.

Now Trump targets political dissidents. During his June 1st remarks in the Rose Garden, he accused the "radical left" and "Antifa" (Anti-fascism) of organizing and directing violence during the protests. Trump, along with Attorney General William Barr, promised to designate the anarchist group 'ANTIFA' as a "domestic terrorist organization."

Trump justifies the threat of deploying U.S. troops on the streets of America by decrying the use of violence by protesters. The sanctimonious warning comes from the chief-executive of the most violent ruling class in history. He pretends to sympathize with the aims of peaceful protesters. Despite his rhetoric, Trump is just as unaware of the genuine grievances of the insurgents he faces as Marie Antionette was of the sufferings of her subjects right up to the moment she was beheaded by French revolutionaries on the guillotine.

Repression is universalized. So is the emerging rebellion. Protests demanding an end to police violence against the Black population are interracial. Solidarity protests have gone global. They demand an end to racism. The rebellion unfolding in America is resonating in the streets of London England, Paris France, Copenhagen Denmark, Idlib Syria, Sydney Australia, Amsterdam Netherlands, Berlin Germany, Tehran Iran, Halifax Canada and other cities around the world.

As the African-American novelist James Baldwin once wrote, "A ghetto is improved in one way only – out of existence." The American ghetto, and the capitalistic system that produced it, has to be abolished. The race question is inextricably tied to the class question. Class war, not race war, will settle the issue.

<u>Source</u>: ***Adapted from an article By Donald Monaco; published in Global Research***

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.18